ماہنامہ

فیصل آباد پاکستان

مِلّیَّہ

رجب المرجب ۱۴۳۴ھ

بمطابق مئی، جون 2013ء

فقد رتبه على كل شيء وهو

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن نفیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

www.milliafsd.com

كلمة الحبيب

- نئی حکومت! پرانی خواہشات
- تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں

قطب الاقطاب حضرت سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحب قدس سرہٗ

نقشِ محبّت

ملائک ساتھ ہیں دامن سنبھالے
حِرا سے آ رہے ہیں کملی والےؐ

اُمنڈ آتے ہیں بادل کالے کالے
مِرا ایمان ساقی کے حوالے

تجھے، اے وحشتِ دِل دینے والے
دُعائیں دے رہے ہیں دِل کے چھالے

چہار آفاق مجھ پر ہو گئے تنگ
مجھے تُوؐ اپنی کملی میں چھپا لے

مِرے ساقی، بتقریبِ شبِ قدر
دِیے جا آج بھر بھر کے پیالے

زکوٰۃِ حُسنِ جاناں بٹ رہی ہے
گدائے عشق! قسمت آزما لے

زہے چشمِ فسوں سازِ محبّت
پرائے کو بھی جو اپنا بنا لے

اندھیری شب ہے، رستہ گم ہے لیکن
نظر آتے ہیں منزل کے اُجالے

بہار آئی ہے، غنچے کھل رہے ہیں
مِرے دِل! تو بھی دو دِن مسکرا لے

ٹھہر اے مرگ، تھوڑی دیر دَم لے
حیاتِ جاودانی بھی تو آ لے

نفیسؔ اُن کی محبّت نقشِ دِل ہے
نہ بھولیں گے سہارنپور والے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

مِلّیہ

فیصل آباد پاکستان

ہر اسلامی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے۔

فہرست مضامین

جلد نمبر 9 رجب المرجب ۱۴۳۴ھ

بمطابق

شمارہ نمبر 7 مئی، جون 2013ء

بیاد

حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ

خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ

بفیض

حضرت سید نفیس الحسینیؒ

رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

مدیر

حماد الرحمٰن لدھیانوی

نائب مدیر

جواد الرحمٰن لدھیانوی

فی شمارہ 25 روپے پاکستان میں سالانہ 300 روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرون ملک 45 امریکی ڈالر

رابطہ کے لیے

ماہنامہ ملّیہ جامعہ ملّیہ اسلامیہ

محلہ خالصہ کالج P.O مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد

041-8711569

0321-6611910

ناشر......حبیب الرحمٰن لدھیانوی مطبع: ظفر اینڈ فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد **Decl No. 3483-85**

كلمة الحبيب

نئی حکومت! پرانی خواہشات

ابن النفیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

امابعد!

ملک عزیز پاکستان میں ایک مرتبہ پھر انتقال اقتدار کا دور دورہ ہے، ہر عام وخاص اسی بحث میں الجھا ہوا ہے کہ اب اقتدار کا ھما کس کے سر بیٹھتا ہے، جدہر دیکھو ایک ہی شور ہے ہٹو، بچو فلاں آ رہا ہے، گویا انتقال اقتدار نہیں بلکہ نیا پہلوان آ رہا ہے، یہ بات سنتے سنتے ہمارے کان اتنے پک گئے کہ اب یقین ہونے لگا ہے کہ جو بھی آ رہا ہے وہ انہی میں سے آ رہا ہے، اور اس الیکشنی شور کا حال یہ ہے کہ امیدوار ایک دوسرے سے گھتم گتھا ہیں، پگڑیاں اچھالی جا رہی ہیں، نئے نئے نعرے ایجاد کئے جا رہے ہیں، ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی حتی المقدور کوشش کی جا رہی ہے، جبکہ عام ووٹر اس سارے منظر کو بہت قریب سے دیکھ دیکھ کر جھنجھلا گیا ہے۔ اب وہ اپنے مسیحا کا منتظر بھی نہیں رہا بلکہ زبان حال کہہ رہا ہے کہ

الیکشن کے بعد تم نہ ملو گے کہیں
ہم رہیں گے وہیں کے وہیں
جیتو الیکشن تم یا تمہارا مخالف
دن ہمارے کمانے کے ہے، یہیں

پاکستان میں امیدواروں کی تو صف بندی کردی جاتی ہے، یا کردی گئی ہے کہ یہ فلاں جماعت سے ہے اور اس کی پالیسی یہ ہے، اور دوسرا امیدوار فلاں جماعت سے ہے اور اس جماعت کی پالیسی اس کے مخالف ہے، اور یہ امیدوار نیک پارسا اور متقی ہے، جبکہ دوسرا پیسے والا ہے، تیسرا خاندانی

سیاست دان ہے، چوتھا نیا پاکستان بنانے والا ہے، مگر کبھی بھی رائے دینے والا یعنی ووٹر کی صف بندی کی طرف توجہ نہیں دی گئی، ایک ہی حلقے میں کس کس طرز کا رائے دہندہ ہے۔

اس طرف اگر غور کیا جائے تو تین بڑے طبقات سامنے آتے ہیں

(۱) انتہائی ذی ثروت، یعنی ایسے مالدار افراد جن کو کسی حکومت کے آنے اور جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا ان کی اپنی یا خاندانی دولت ہی اتنی زیادہ ہے کہ وہ لوگوں کو روٹی نہ ملنے کی صورت میں ڈبل روٹی کھانے کا مشورہ دیتے ہوئے نظر آتے ہیں، یہ لوگ ہر طرح کی حکومت کے ساتھ خوش ہیں۔

(۲) مالدار، یہ وہ طبقہ ہے کہ جو حکومت کے آنے جانے سے پریشان ہوتے ہیں، اور اپنا سرمایہ سوچ بوجھ کر لگاتے ہیں، اور ہر نئے آنے والے حکومتی کارندے سے ہوشیار رہتے ہیں کہ کہیں ان کا سرمایہ ڈوب نہ جائے، اور انہیں کسی ناگفتہ بہ صورتحال کا سامنا نہ کرنا پڑ جائے۔

(۳) کم مالدار، یہ وہ لوگ ہیں جو گھریلو مسائل میں اتنے الجھے ہوئے ہوتے ہیں کہ جہاں سے بھی حالات کی بہتری کی آواز آئے ادھر کان دھرتے ہیں اور اس کے لئے بعض اوقات مشکل صورتحال کا سامنا کرنے سے بھی نہیں گھبراتے۔

(۴) مزدور، یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے اپنے مسائل اتنے گھمبیر ہوتے ہیں کہ بسا اوقات تبدیلی کی آوازوں کو بھی فریب سمجھتے ہیں، اور اپنے مسائل کا حل قریب قریب پرانے چہروں میں تلاش کرتے ہیں۔

(۵) دینی ذہن رکھنے والا طبقہ، یہ امیر غریب درمیانہ درجہ کے لوگوں میں محبّ اسلام لوگ ہیں جن کا مطمع نظر صرف اور صرف قانون اسلامی کا نفاذ ہے، مگر جدوجہد کا انداز مختلف ہے۔

یار لوگوں نے اس طبقاتی تفریق کو سامنے رکھتے ہوئے ایسی پارٹیوں کی ترتیب دی کہ ہر ایک اپنی اپنی جماعت کے ساتھ ہم آہنگ ہو گیا، باقی رہا نظام وہ جوں کا توں ہی ہے۔

اس شدید افراتفری اور گہما گہمی میں مختلف راگ جو الاپے جا رہے ہیں اگر ان تمام کو اکٹھے بولنے دیا جائے تو کان پڑی آواز نہ سنائی دے، ہر ایک کا اپنا اپنا ایجنڈا ہے، اپنا نیا نقطہ نظر ہے جو صرف اسی کو معلوم ہے ابھی تک دوسروں کو اس کی سمجھ بھی نہیں آسکی، بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اگر کسی امیدوار کو یہ

کہہ دیا جائے کہ کوئی سے چھ نکات اپنے جماعتی ایجنڈے کے بیان کرے تو اسے سوائے بجلی روٹی پانی کے کچھ بھی سجائی نہ دے۔

ایک دور تھا جب فکری ونظریاتی سیاست عروج پر تھی ،لوگ اپنے مخصوص نظریات اوفکار سے پہچانے جاتے تھے،میڈیا ابھی اتنا عام نہ ہوا تھا معلومات کا دارومدار اخبارات پر تھا یا سمعی تقاریر پر لوگ اپنے آپ کو بلند کرنے کی بجائے اپنے نظریے افکار کو بلند کرنا باعث فکر سمجھتے تھے۔ایک دوسرے کے نظریات کو دلائل سے رد کرنا صاحب نظر وسیاست دان ہونے کی دلیل سمجھا جاتا تھا، ایک دوسرے کا احترام، ادب کبھی بھی اس کے نظریے اور مذہب کے مختلف ہونے کے باوجود آڑے نہ آتا، اور مطمع نظر سب کا ایک ہی ہوتا کہ ''اصلاح احوال'' یا ''اصلاح وطن''۔
ایک دوسرے کے بدترین مخالف ملی وقومی مفاد کے لئے ایک رائے پیدا کرنے کی کوشش کرتے ،اور نافذ کی گئی بیرونی ہدایات سے دور رہتے ،اور اپنے قومی معاملات کو ازخود حل کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کو ایک مرتبہ علی گڑھ یونیورسٹی میں خطاب کی دعوت دی گئی کہ اپنا موقف بیان کریں اور ہمارا موقف بھی سنیں ،مشورہ میں ساتھیوں میں سے بعض نے سمجھایا کہ آپ کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے، اور ہمارا موقف تو انہوں نے ماننا ہی نہیں ہے، لہذا کیا ضرورت ہے کہ آپ اتنی مشقت برداشت کریں، آپ اپنا موقف لکھ کر بھیج دیں اور بس۔تمام لوگوں کی آراء کو سننے کے بعد فرمایا کہ میں ضرور جاونگا اور اپنا موقف سمجھانے کی بھرپور کوشش کرونگا، تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ ہمیں سمجھانے والا نہیں آیا تھا وگرنہ ہم تو ماننے کے لئے تیار بیٹھے تھے۔چنانچہ تشریف لے کر گئے اور اپنا موقف پیش کیا جس سے انتظامیہ اور طلباء نے بھرپور اتفاق کیا کہ جو قومی اور ملی سوچ آپ کی ہے وہ ہم نے آج تک نہ سنی، اور آپس میں مل کر جدوجہد کرنے پر اتفاق ہوا اور یہی بات جامعہ ملیہ دہلی کے قیام کا باعث بنی۔

مگر اب تو صرف دو ہی چیزوں کا نام سیاست رہ گیا ہے۔

(۱) اپنے آپ کو بلند کرنا۔(۲) اپنے پیٹ کو بھرنا۔

اس کے لئے جو بھی کرنا پڑے کرنے پر تیار ہیں، اور اسز خود ہی وہ سب کچھ بننے کی کوشش

کرتے ہیں جو کہ نہیں ہوتے مثلاً اگر قانون کی ضرورت پڑے تو ماہرِ قانون، اگر کھیل کی ضرورت پڑے تو کھلاڑی اور ڈرامہ بازی کی ضرورت پڑے مداری گویا صرف اقتدار مل جائے اور بس! ہم جو مرضی کرو لیا جائے۔ باقی عوام کالانعام تو ہے ہی ہمیں ترقی دینے کیلئے اور اگر منتخب نہ کرے تو ہمارے ترقی میں رکاوٹ ایسے حالات میں میں الیکشن کے بجائے ایک عوامی خواہش کو جاننے سے خود ہماری خواہشات کا نام پڑ گیا ہے۔۔

اسلام کے عادلانہ نظام میں انتقال اقتدار کے لئے اگرچہ گونہ عوام کی خواہش جاننے کی اہمیت رکھی گئی ہے، اور خلفاء کا تقرر کرتے ہوئے معیار کے ساتھ ساتھ عوامی خواہش کا لحاظ رکھا گیا ہے، مگر عوامی خواہشات کا خون کرنے کی اجازت قطعاً نہیں دی گئی، پھر اقتدار مل جانے کے بعد حاکم کی جواب دہی اور نگرانی اتنی سخت رکھی گئی ہے کہ کوئی بھی صاحب خواہش اقتدار حاکم بننے کے لئے پہلے سو بار سوچے، حدیث مبارک میں ہے

الا کلکم راع و کلکم مسئولون عن رعیته

تم میں سے ہر آدمی نگران ہے، اور ہر ایک اپنے ماتحت کا جواب دہ ہے

جتنا بڑا ذمہ دار ہوگا اتنا زیادہ عوام کی عدالت میں جواب دہ ہوگا نہیں تو آگے اللہ تعالی کی عدالت تو ہے ہی، جس میں ہر ایک جواب دہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تاریخی قول

اگر دجلہ وفرات کے کنارے ایک کتا بھی بھوکا مر گیا تو قیامت میں اس کا عمرؓ جواب دہ ہوگا۔

اسی مسئولیت کا اظہار ہے، تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ لوگوں نے اس مسئولیت کے خوف سے اقتدار کو چھوڑ دیا۔

اب اقتدار میں نئے لوگ واضح اکثریت کے ساتھ آ گئے ہیں، گذشتہ تجربات سے شاید ان کے لوگوں نے بہت کچھ سیکھ لیا ہو، اور ملک کو صحیح سمت لے جانے کی کوشش کریں، لوگوں کی امیدیں اور خواہشات وہ ہی پرانی ہیں، اگر یہ حضرات مسئولیت اور جواب دہی کے ساتھ عوام کی خدمت کو اپنا مشن بنالیں تو امید ہے کہ اللہ تعالی بھی ان سے کام لے لیں، اور لوگوں کی نصف صدی کی توقعات پوری ہو جائیں، وگرنہ قول اللہ تعالی

فلیستبدل قوماً غیر کم

مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد پر سب سے پہلا فتوائے تکفیر

تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی قسط 31

قادیانیوں کی طرف سے الزامات پر مولانا بٹالوی کا موقف

گزشتہ شماروں میں ہم نے تفصیل سے لکھا تھا کہ مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے مرزا غلام احمد قادیانی پر ۹۲-۱۸۹۱ء میں کفر کا فتویٰ دینے کے بعد ۱۸۹۹ء مرزا قادیانی سے گورداسپور کی عدالت میں جا کر مجسٹریٹ کے سامنے ایک مفاہمانہ یاداشت (جس میں لکھا گیا تھا کہ مولانا بٹالوی اور مرزا قادیانی دونوں ایک دوسرے کو کافر، کاذب اور دجاّل نہیں کہیں گے) پر اپنی مرضی اور منشا کے مطابق دستخط کئے تھے۔ اس پر مولانا بٹالوی کا موقف بھی لکھا تھا۔

بعد میں قادیانیوں نے یہ الزام لگایا تھا کہ ۱۹۱۳ء میں مولانا بٹالوی نے گوجرانوالہ کی عدالت میں قادیانیوں کو مسلمانوں میں سے ہی ایک فرقہ تسلیم کیا تھا۔ ساتھ ہی مولانا بٹالوی کے دیئے گئے اس بیان کی عبارت بھی نقل بمطابق اصل پیش کی تھی۔

اور ہم نے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ شمارے میں اس سلسلہ میں مولانا بٹالوی مرحوم کا نقطۂ نظر پیش کریں گے۔ لہذا ہم وعدہ ایفاء کرتے ہوئے مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کا نقطۂ نظر پیش کرتے ہیں۔

یہ بات ذہن میں رکھیں کہ مولانا محمد حسین بٹالوی کا طریقہ یہ رہا ہے کہ عدالت میں جا کر قادیانیوں کے مسلمان ہونے کے حق میں بیان دے دیا کرتے تھے۔ پھر اس کے بعد کافی عرصہ تک خاموش رہتے۔ بلکہ اپنا رسالہ ''اشاعۃ السنۃ'' کی اشاعت بھی موقوف کر دیتے۔ اس وقفہ میں قادیانی مولانا بٹالوی کے اس عدالتی بیان کا چرچہ بڑے زور سے کرتے۔

جب یہ بات زبان زدعام ہو جاتی یا لوگوں کی طرف سے اس پر سوال اٹھائے جاتے تو تقریبا دو سال بعد مولانا بٹالوی جوش میں آ کر قادیانیوں کے خلاف برستے اور اپنے عدالتی بیان کو الفاظ کے ہیر پھیر کے ساتھ پیش کرتے۔ مگر اس کوشش میں پھر بھی ان کا قلم سچ اُگل ہی دیتا اور ان کے پنہاں

اصلی جذبات کی عکاسی کر ہی دیتا۔

جیسا کہ مولانا بٹالوی نے ۱۸۹۹ء میں گورداس پور کی عدالت میں مرزا قادیانی کو کافر کاذب، دجاّل نہ کہنے کا اقرار کیا اور اس اقرار نامے پر دستخط بھی کیئے۔ پھر ۱۹۰۲ء تک خواب خرگوش میں چلے گئے۔ چنانچہ تین سال کے وقفے کے بعد مولانا بٹالوی نے اس عدالتی اقرار نامہ کی وضاحت الفاظ کے ہیر پھیر کے ساتھ کی، جو کہ وضاحت کی بجائے مزید اس پر پختہ دلیل بن گئی۔

غالباً اس وقت تک خاموش رہنے کا یا تو قادیانیوں سے معاہدہ ہو گیا ہوگا یا پھر وہ جج تبدیل ہو گیا ہوگا جس کے سامنے مولانا بٹالوی نے اقرار نامے پر دستخط کیئے تھے۔

بالکل اسی طرح گوجرانوالہ کی عدالت میں مدعیہ کی طرف سے گواہ کے طور پر مولانا محمد حسین بٹالوی نے جب یہ بیان دے دیا کہ ہمارا فرقہ مرزائیوں کو مطلقاً کافر نہیں کہتا۔ یہ بیان دینے کے بعد مولانا بٹالوی خواب خرگوش میں چلے گئے۔

تقریباً چار سال تک خاموشی رہی۔ ان دنوں میں قادیانیوں نے اس عدالتی گواہی کی خوب تشہیر کی تو دارالعلوم دیوبند کی طرف سے مولانا محمد حسین بٹالوی کو سوال آ گیا کہ آپ کے متعلق اس قسم کی افواہ ہے۔ اس کی وضاحت کریں۔

۱۹۱۳ء میں گوجرانوالہ کی عدالت میں مولانا بٹالوی مرحوم نے جو بیان دیا تھا جس میں انہوں نے مرزائیوں کو اسلامی فرقہ کہا تھا اگرچہ اس کی وضاحت بقول بٹالوی صاحب ''سراج الاخبار'' اور ''پیسہ'' اخبار میں بھی کی گئی۔ مگر اصل وضاحت تو ان کے اپنے رسالہ میں ہونی چاہئے تھی۔

یہ بات ذہن میں رکھیں کہ عدالتی گواہی کے دنوں ۱۹۱۳ء سے لے کر ۱۹۱۷ء تک مولانا بٹالوی کا رسالہ ''اشاعۃ السنہ'' شائع نہیں ہوا۔

بہر حال مولانا بٹالوی نے دارالعلوم دیوبند کے استفسار پر جو جواب دیا اس کو اپنے رسالہ ''اشاعۃ السنہ'' میں نقل کیا ہے۔ اور اپنے عدالتی بیان کی جو وضاحت فرمائی ہے، وہ قارئین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ غور سے پڑھیں۔

مدت ہوئی مدرسہ عربیہ دیوبند سے جو سوال ہمارے پاس بغرض استفتاء پہنچے تھے جن کا جواب ہم نے دے دیا تھا۔ جو اہل مدرسہ نے امید ہے شائع کر دیا ہوگا۔ ان سوالات کو نقل کر کے اصولی طور پر ان کا جواب دیا جاتا ہے۔

اس کی خاص وجہ اور تازہ محرِک یہ امر ہوا کہ قادیانی کے نادان اتباع و جانشین اپنے

دام افتادہ جاہلوں کو یہ کہہ کر بہکاتے ہیں کہ ابو سعید محمد حسین نے مرزا کی تکفیر سے رجوع کر لیا ہے اور اس استفتاء کا ماخذ و دلیل ہمارا وہ قول پیش کرتے ہیں جو عدالت مجسٹریٹ گوجرانولہ میں ہم نے کہا تھا کہ ہم مرزائیوں کو مطلقاً کافر نہیں کہتے۔

جیسا کہ چکڑالویوں کو کافر کہتے ہیں۔ ہمارے اس قول کو جس میں لفظ مطلقاً موجود ہے اور ان لوگوں نے یہ لفظ نقل کیا ہے انہی دنوں قادیانی اخبار ''الفضل و پیغام صلح'' وغیرہ میں دست آویز ٹھہرا کر، ان لوگوں نے اپنی ناواقفی و بے علمی سے اس سے ہمارا رجوع نکال لیا تھا اور انہی دنوں میں ہم نے ''سراج الاخبار'' میں اس کا یہ جواب دے دیا تھا کہ لفظ مطلقاً کہہ کر ہم نے یہ جتایا تھا کہ وہ لوگ بہر حال اور بلا تفصیل کافر نہیں بلکہ جو لوگ عقائد کفریہ کادیانی کے معتقد ہیں وہ کافر ہیں اور جو لوگ ان عقائد کے معتقد نہیں اور مرزا کو غلطی سے صرف ایک بزرگ مستجاب الدّعوات و پیر سمجھ کر اس کی بیعت میں مبتلا ہو گئے ہیں وہ کافر نہیں ہیں۔ (اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۲۳ ص ۱۹۲)

بٹالوی صاحب نے اپنی اس تحریر میں دارالعلوم دیو بند سے جس استفتاء اور اس کے جواب کا ذکر کیا ہے اس پر دارالعلوم کے اکابر کی طرف سے اتفاق یا اختلاف کا ذکر نہیں کیا۔ صاف بات ہے اگر اکابرین دیو بند کا اس جواب سے اتفاق ہوتا تو اکابرین دیو بند بٹالوی صاحب کے اس فتوے کو ضرور شائع کرتے، مگر تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ اکابرین دیو بند نے مولانا بٹالوی کے اس جواب کو شائع نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکابرین دیو بند کو بٹالوی صاحب کے اس فتوے سے اتفاق نہیں تھا۔

مولانا محمد حسین بٹالوی کی اس وضاحت کے باوجود قادیانیوں نے ان کا پیچھا نہیں چھوڑا اور اس پروپیگنڈے کو جاری رکھا۔ تو اس پر مولانا بٹالوی کو اس بارے میں سخت زبان استعمال کرنا پڑی۔ چنانچہ مولانا بٹالوی اسی جلدی کے صفحہ ۲۸۳ شمارہ نمبر ۹ میں فرماتے ہیں:

بعض ممبروں نے اس فتوے کا مضمون خاکسار کی زبان سے سن کر بزعم خود پیش بندی کی ہے اور ''اخبار الفضل'' اور ''پیغام صلح'' میں یہ جھوٹی خبر مشتہر کر دی ہے۔ ابو سعید محمد حسین نے مرزا کی تکفیر سے رجوع کر لیا ہے۔ جس پر بہت سے احباب و اخوان کے

خطوط متعلق استفسار حقیقت اس خبر کے پہنچ رہے ہیں اور جن کے علیحدہ علیحدہ جواب لکھنے سے خاکسار عاجز ہو گیا ہے۔لہٰذا بذریعہ اخبار (پیسہ اخبار) عام مسلمانوں کو اطلاع دیتا ہے کہ خاکسار نے اس فتوی کفر سے رجوع نہیں کیا جس نے رجوع کیا ہو اس پر ہزار لعنت۔مرزائی اگر جھوٹے نہیں ہیں تو جھوٹے پر کچھ کم ہی کہہ دیں۔ان مفتریوں نے اس افتراء کا منشاء میرے اس قول کو ٹھہرایا ہے جو میں نے عدالت منصفی گوجرانوالہ میں کہا تھا کہ ''میں مرزائیوں کو مطلقاً بلا تفصیل کافر نہیں کہتا''

جس کا مطلب اسی وقت عدالت میں میں نے یہ بیان کر دیا تھا کہ مرزا کے مریدوں میں سے جو عقائد کفر یہ مرزا کے معتقد ہیں۔ان کو کافر کہتا ہوں اور جو ان عقائد سے بے خبر ہیں اور دھوکے میں آ کر اس کے مریدوں میں داخل ہو گئے ہیں جیسے اکثر جاہل مرید پیروں کے مرید ہو جاتے ہیں وہ کافر نہیں۔

لفظ مطلق ''الفضل'' میں بھی موجود ہے۔مگر یہ ہٹ دھرم انصاف سے کام نہیں لیتے۔یا جہل کے سبب اس لفظ مطلق کے معنی نہیں سمجھتے اور بددیانتی کی وجہ سے اس لفظ کی تفصیل کو جو میں نے عدالت میں کی تھی خورد برد کر گئے ہیں۔

فَعَلَيْهِمْ مِنَ اللّٰهِ مَا يَسْتَحِقُّونَهُ فقط راقم............ابوسعید محمد حسین

(اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۲۳ صفحہ ۲۸۳)

دو فرقوں کی تقسیم

قادیانیوں کے اخبار ''الفضل'' نے مولانا بٹالوی کا جو عدالتی بیان نقل مطابق اصل کے عنوان سے شائع کیا ہے اس بیان میں مولانا بٹالوی کی طرف سے کہیں بھی یہ تشریح موجود نہیں کہ جس میں انہوں نے قادیانیوں کے دو طبقے بیان کیے ہوں۔اس میں تو صاف الفاظ میں صرف لفظ فرقہ احمدی ہے۔اور اس میں کہیں بھی فرقہ احمدی کے دو گروہوں کا ذکر نہیں۔

لگتا ہے کہ فرقہ احمدی کے نام سے دو گروہوں کی تفریق مولانا بٹالوی نے بعد میں کی ہے،اور اصل بیان کی وضاحت کے چکر میں بٹالوی صاحب ڈنڈی مار گئے۔

نیز اگر بٹالوی صاحب کی طرف سے فرقہ احمدی کی تقسیم کو مان بھی لیا جائے تو یہاں پر غور

کرنے سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ مولانا بٹالوی بار بار قادیانیوں کو لفظ مطلقاً کہہ کر فرماتے ہیں کہ ''ہم ان کو مطلقاً کافر نہیں کہتے'' بٹالوی صاحب کو لفظ مطلقاً کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا بٹالوی اب بھی شش و پنج میں مبتلا تھے کہ ان کو کافر کہا جائے یا نہیں۔ اس لیے مطلقاً مطلقاً بولتے رہے۔

مولانا بٹالوی نے عدالت میں اپنے تحریری بیان دینے کے بعد اس میں ردّ و بدل کر کے اپنی وضاحتی تحریر میں مرزائیوں کے دو طبقے بنا دیئے۔ ایک طبقہ وہ جو کہ مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد کو جانتا ہے پھر بھی وہ مرزا قادیانی کا معتقد ہے وہ تو کافر ہے دوسرا طبقہ وہ ہے جو کہ مرزا کو غلطی سے دھوکے میں آ کر اس کا مرید ہو گیا وہ کافر نہیں۔

مولانا بٹالوی نے اپنے اس بیان میں ان دونوں طبقوں کو مرزائی تسلیم کیا ہے تو ایسی صورت میں مرزائیوں کا ایک طبقہ کافر ہوا اور دوسرا طبقہ مسلمان بن گیا۔ بہت خوب!

یہاں پر معاملہ عدالت میں تھا مولانا بٹالوی سے مرزائیوں میں اس تفریق کے متعلق سوال نہیں کیئے گئے تھے قرائن بتلاتے ہیں کہ عدالت کا سیدھا سادھا سوال یہ تھا کہ مرزائی کافر ہیں یا نہیں۔ اس کے جواب میں ایک گواہ مولوی عبدالحکیم صاحب نے صاف فرما دیا کہ مرزائی کافر ہیں۔ جبکہ مولانا بٹالوی جیسے اوّل مذبذب مکفرّ نے اپنے تذبذب کا اظہار کرتے ہوئے اپنے فتوے کو گول مول کر دیا اور مرزائیوں میں دو طبقے پیدا کر کے گول مول فتویٰ دے دیا۔ ساتھ مطلقاً کی پخ لگا کر مسئلے کو گھمبیر بنا دیا۔

عجیب بات ہے کہ غیر مقلدّ ین کے نزدیک اوّل مکفرّ کے فتویٰ کفر میں تزلزل و تذبذب ہے جب کہ بعد میں کفر کا فتویٰ دینے والے مولوی عبدالحکیم کے کفر کے فتوے میں نہ تو تزلزل ہے اور نہ تذبذب۔

ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگ یہ کہیں کہ مولانا بٹالوی بلا وجہ کسی کو کافر نہیں بناتے۔ مولانا بٹالوی نے ان لوگوں کو کافر نہیں کہا جو کہ مرزا قادیانی کے دھوکہ وفریب میں آ کر اس کو پیر یا ولی مانتے ہیں۔ یہ تو ان لوگوں کی لاعلمی اور جہالت ہے۔ بھلا لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے بھی کسی پر کفر کا فتوی دیا جاسکتا ہے؟۔

میرے خیال میں مولانا بٹالوی کی عبارت سے اس قسم کا مطلب نکالنا دراصل مرزائیت میں

داخل ہونے کا ایک چور راستہ نکالنا ہے۔

سوال یہ ہے کہ عدالت میں جس شخص کے خلاف تنسیخ نکاح کا دعویٰ کیا گیا تھا وہ شخص دو حال سے خالی نہیں تھا۔ یا تو وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے کفریہ عقائد کو جانتے ہوئے پکا مرزائی تھا یا پھر وہ بقول بٹالوی صاحب دھوکہ میں آ کر مرزا غلام احمد قادیانی کو پیر یا ولی یا بزرگ سمجھ کر اس کے جال میں آ گیا تھا۔ اگر تو وہ شخص پہلی قسم میں داخل ہے تو پکا مرزائی تھا پھر مولانا بٹالوی کا عدالت میں مرزائیوں کے دو طبقے بنا کر پیش کرنا اور یہ کہہ دینا کہ ہم مرزائیوں کو مطلقاً کافر نہیں سمجھتے یہ ایک قسم کا مقدمہ میں مدعیہ کی کاروائی کو کمزور کرنے کے مترادف تھا۔ مولانا بٹالوی سیدھی بات کہتے کہ یہ شخص کافر ہے۔

اور اگر وہ شخص مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد کو نہیں جانتا تھا بلکہ دھوکہ میں آ کر مرزائی ہو گیا تھا تو عدالت میں آ کر اس شخص کو مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد معلوم ہو ہی گئے تھے۔ اس کو پتہ بھی چل گیا تھا کہ یہ تنسیخ نکاح کا دعویٰ صرف اس لیے ہے کہ میں مرزا قادیانی کی جماعت میں داخل ہو گیا ہوں۔

اب جب کہ مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد کھل کر سامنے آ گئے ہیں لہٰذا اب ان کفریہ عقائد کے سامنے آنے کے بعد مجھے تائب ہو جانا چاہیے۔ یہاں سوال یہ ہے کیا وہ شخص مولانا بٹالوی کی تقریر یا عدالت کی بحث سننے کے بعد مرزائیت سے تائب ہو گیا تھا؟

اگر تو وہ تائب ہو گیا تھا تو پھر مقدمہ کی کاروائی ہی ختم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جب مدعا باقی ہی نہیں رہا تو پھر مقدمے کی ضرورت بھی باقی نہیں رہتی۔ مگر حالات اور جج کا فیصلہ صاف یہ بتلا رہا ہے کہ مقدمہ کی ساری کاروائی کے باوجود اور علماء کے بیانات کے باوجود وہ شخص مرزائیت سے تائب نہیں ہوا، حالانکہ اس شخص کے سامنے مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد بیان کئے جا چکے تھے۔ اس کے باوجود وہ شخص مرزائی ہی رہا۔ اب ایسے شخص کے متعلق مولانا بٹالوی کو کیا فتویٰ دینا چاہیے تھا؟

عدالت نے فیصلے میں صاف لکھا ہے کہ ''مولوی محمد حسین گواہ کے نزدیک مرزائی کافر نہیں'' اسی لیے عدالت نے نکاح کو فسخ نہیں کیا، اب میرا سوال یہ ہے کہ مولانا بٹالوی کی عدالت میں اس گول مول تشریح سے فائدہ کس کو پہنچا۔ مرزائیوں کو یا مسلمانوں کو؟۔

ایک سوال

یہاں پر مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کے ہم مسلک لوگ (جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے

ہوئے نہیں تھکتے اور مولانا محمد حسین بٹالوی کو مرزائیت کے معاملے میں اوّل مکفرّ اور ملت اسلامیہ کا بڑا محسن کہتے ہیں) سے سوال ہے کہ کیا بٹالوی صاحب کی اس عدالتی تشریح سے وہ مطمئن ہیں، اور جس عقیدے کی وضاحت مولانا بٹالوی نے عدالت میں یہ کہہ کر کی ہے کہ ''ہمارا فرقہ اہل حدیث مرزائیوں کو مطلقاً کافر نہیں سمجھتا'' کیا سب غیر مقلدین کا عقیدہ یہی ہے،؟ کیونکہ بٹالوی صاحب نے اپنے پورے فرقے کی بات کی ہے۔ اگر تو عقیدہ یہی ہے تو سب حضرات کو کھل کر اس عقیدے کا اعلان کرنا چاہئے اور اگر یہ عقیدہ نہیں ہے جو کہ مولانا بٹالوی نے نہ صرف عدالت میں بیان کیا ہے بلکہ اس کی تشریح انہوں نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں بھی کی ہے، تو تمام غیر مقلدین کو اس کی تردید کرنی چاہئے اور مولانا بٹالوی کے متعلق اوّل مکفرّ ہونے کا راگ الاپنا بند کر دینا چاہئے۔

ویسے ہم نے اپنے طور پر دیانت داری سے پوری کوشش کی ہے کہ کسی طرح مولانا محمد حسین بٹالوی یہ فرمادیں کہ میں نے یہ بیان ہی نہیں دیا۔ مگر مولانا بٹالوی اس بیان سے انکاری نہیں ہیں۔

عدالتی بیان کی قانونی حیثیت

دنیا کا اصول ہے کہ جو بات عدالت میں کہہ دی جائے یا لکھ دی جائے وہی حرف آخر ہوتی ہے عدالت میں بیان دینے کے بعد باہر جا کر اگر کوئی بیان میں کچھ تبدیلی کر دے تب بھی اس عدالتی بیان کی حیثیت نہیں بدلتی۔ یہاں پر تو مولانا بٹالوی اپنے بیان کی مطلقاً سچائی کو تسلیم کر رہے ہیں۔ وہ یہ کہ ''ہمارا فرقہ اہل حدیث مرزائیوں کو مطلقاً بلا تفصیل کافر نہیں کہتا''۔

مولانا بٹالوی کے بدلتے فیصلے

مولانا محمد حسین بٹالوی کے بدلتے فیصلے ظاہر کر رہے ہیں کہ بٹالوی صاحب گورنمنٹ برطانیہ کی منشاء اور مرزا قادیانی کے ساتھ تعلقات اور علمائے اسلام کے فتویٰ تکفیر کے درمیان پھنسے ہوئے تھے۔ جب گورنمنٹ کی طرف سے تقاضہ ہوتا اور مرزا قادیانی یا اس کی جماعت کے ساتھ تعلقات ہموار ہو جاتے تو فتوی دینے میں لچک پیدا کر لیتے۔ لیکن جب تعلقات میں بگاڑ پیدا ہوتا اور علمائے اسلام اور عامۃ المسلمین کی طرف سے رَدِّ عمل کا خوف ہوتا تو زبانی کفر کا فتویٰ دے دیتے اور بعض اوقات اپنے اس زبانی فتوی کو اپنے رسالہ میں تاویلات کے ساتھ شائع کر دیتے۔ گویا مولانا بٹالوی کی کیفیت نیم بروں اور نیم دروں تھی۔ اس طرف مولانا ثناء اللہ امرتسری نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔

یہ اس دور کا واقعہ ہے کہ جب غیر مقلّدین کے یہ دونوں بزرگ (مولانا بٹالوی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری) آپس میں الجھ گئے تھے اور ایک دوسرے کو کذّاب اور کافر تک کہنے لگے تھے۔ چنانچہ اسی الجھاؤ میں یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کے خلاف سچ اُگلنے لگے۔

مولانا بٹالوی نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے ایک سچ کو جو کہ انہوں نے ''پیسہ'' اخبار ۱۰ جنوری ۱۹۱۵ء میں لکھا تھا اس کو بیان کیا ہے:

ایک زمانہ تھا کہ مولوی (بٹالوی) صاحب نے مرزا صاحب قادیانی کی تکفیر کا بیڑا اٹھایا تھا۔ پھر ایک وقت آیا کہ عدالت میں مرزا صاحب کے مریدوں کی تکفیر سے دستبردار ہو گئے۔ پھر تھوڑے دنوں بعد بدستور انہیں کافر کہنے لگے۔

(اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۲۳ ص ۲۸۲)

بٹالوی صاحب کے نزدیک کافر کے معنیٰ:

مولانا بٹالوی کے نزدیک کافر کے معنیٰ کیا ہیں۔ وہ قابل غور ہے:

''کافر'' بمعنی منکر ہے اور یہ لفظ اس معنی کر نسبتی اور ایسا وسیع ہے کہ ہر ایک فرقہ کو بلحاظ اس مذہب کے جس سے وہ منکر ہو کافر کہا جا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ مسلمان خود اپنے آپ کو دوسرے مذاہب کا ''کافر'' یعنی منکر کہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم اور انکے اصحاب نے اپنے مخالفوں کو کہا ہے ''کَفَرْنَا بِکُمْ'' کہ ہم تمہارے کافر یعنی منکر ہیں۔ خدا نے فرمایا ہے ''فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْت'' جو طاغوت سے کافر ہوا اس نے مضبوط رسی (اسلام) کو پکڑا۔ لہٰذا اس لفظ ''کافر'' کو مذاہب غیر کے ناظرین خلاف تہذیب نہ سمجھیں۔

(حاشیہ اقتصاد فی مسائل الجہاد۔ ص ۹)

ماشاء اللہ بٹالوی صاحب نے ''کفر'' کے کیا خوب معنی کیے ہیں۔ کتاب کا حاشیہ کسی مبہم بات کی وضاحت کے لیے ہوتا ہے۔ تا کہ کتاب کی عبارت میں اگر کوئی مبہم بات ہو تو اس کو حاشیہ میں واضح کر دیا جائے۔ بٹالوی صاحب ایک متبحرّ عالم دین تھے۔ انہیں اصطلاح شریعت کے مطابق ''کفر'' کے معنی واضح کرنے چاہیے تھے۔

مگر انہوں نے غیر مسلموں کو خوش کرنے کے لیے تمام مسلمانوں کو بھی کافر قرار دیدیا۔ لفظ ''کفر'' کے لغوی معنی لے کر بیچ میں قرآن مجید کو استعمال کر ڈالا۔ جیسے انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب ''براہین احمدیہ'' کے حق میں دلائل دیتے وقت قرآن مجید کو استعمال کیا تھا۔

مولانا بٹالوی نے لفظ ''کفر'' کے معنی اسی طرح کیے ہیں جس طرح مرزا غلام احمد قادیانی نے لفظ 'خاتم' کو لغت کے اعتبار سے ''مہر'' کے معنی میں استعمال کر کے حضور اقدس ﷺ کو مہر والے نبی بنا دیا۔ اور اس کو اپنی جھوٹی نبوت کی دلیل کے طور پر استعمال کرلیا۔ مولانا بٹالوی نے یہ لکھ کر کہ (اس لفظ 'کافر'' کو مذاہب غیر کے ناظرین خلاف تہذیب نہ سمجھیں) کہیں قادیانیوں کو حوصلہ تو نہیں دیا تھا۔ کیونکہ اسی زمانہ ماضی قریب میں علماء لدھیانہ نے مرزا قادیانی پر کفر کا فتوی دیا تھا۔

عدالتی بیانات کا پس منظر اور بٹالوی صاحب کے صاحبزادوں کا قادیان میں تعلیم حاصل کرنا

چلتے چلتے ایک اور تاریخی حقیقت کو آشکارا کردینا مناسب ہے!

مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کے عدالتی بیانات نے ان کو کہیں کا نہیں چھوڑا تھا، شاید یہ انہی بیانات کا خدائی ردّعمل تھا کہ ان کے بعد بٹالوی صاحب کی ذہنی صلاحیتیں مفلوج ہوگئیں تھیں۔ اور ان سے ایسے کام سرزد ہونا شروع ہوگئے تھے جن سے کسی بھی صاحب ایمان کو اتفاق نہیں ہوسکتا تھا، بلکہ وہ امت مسلمہ کے لئے شرمندگی کا باعث بن گئے تھے۔

مولانا محمد حسین بٹالوی نے ۱۸۹۹ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ عدالت میں مشترکہ اقرار نامے پر دستخط کرنے کے بعد ۱۹۱۳ء میں گوجرانوالہ میں عدالتی بیان سے پہلے اپنی اولاد کو قادیان میں تعلیم وتربیت کے لیے بھی بھیجا۔ جیسا کہ تاریخ احمدیت کا مصنف (مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کی مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب سے چپقلش اور تکفیر سے رجوع) کے عنوان سے لکھتا ہے:

> ۱۹۰۹ء کا سال اس اعتبار سے بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں سلسلہ کے دو مشہور معاند مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ صاحب جو جماعت کو تباہ

کرنے کا دعوی لیکر اٹھے تھے۔آپس میں الجھ پڑے اور ملک کے دوسرے مشہور علماء بھی رفتہ رفتہ اس جنگ میں کود پڑے۔

اور فریقین نے ایک دوسرے کو کافر کہنے پر بس نہ کر کے مرصع گالیاں دیں۔چنانچہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اہل حدیث میں اپنے روحانی باپ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے متعلق جھوٹا، بکواسی، بیہودہ گوتک کہہ ڈالا۔نیز لکھا ''بٹالوی کا رہبر شیطان لعین ہے'' اس کے مقابل مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے مولوی ثناء اللہ کو کاذب گیدڑ مفتری وغیرہ خطاب سے نوازا۔

اور بڑے لمبے لمبے مضامین "اشاعۃ السنہ "میں ان کے خلاف لکھے۔غرضیکہ ایک طوفان بے تمیزی تھا جو بلند ہوا۔اور یہ سب کچھ اس شوخی اور بے باکی کی پاداش میں تھا۔جوان خدا ناترس علماء نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بالمقابل دکھائی تھی۔

اس معرکہ آرائی کے دوران مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے حق کی طرف بھی رجوع کرلیا۔جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیش گوئی فرمائی تھی۔ هَـذَا الرَّجُلُ يُؤْمِنُ بِإِيمَانِيْ قَبْلَ مَوْتِهٖ یہ شخص اپنی موت سے قبل میرا مومن ہونا تسلیم کرلے گا۔

چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ۱۹۰۹ءمیں اس سلسلہ میں پہلا قدم یہ اٹھایا کہ یہ اعلان کیا کہ آنے والا مسیح موعود آسمانی نشانات وبرکات سے اسلام کو غالب کرے گا۔ان کی اصل عبارت یہ ہے۔

(امام مہدی) بھی حضرت مسیح موعود کی طرح اپنے مشن میں سیفی جنگ وتلوار وتفنگ سے کام نہ لیں گے بلکہ صرف آسمانی نشانات اور روحانی برکات سے دنیا میں دین اسلام کی اشاعت کریں گے۔

اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مشن اور آپ کا دعویٰ تھا۔

اس حیرت انگیز اعلان کے بعد دوسرا قدم یہ اٹھایا کہ پہلے اپنے ایک لڑکے ابواسحٰق کو پھر عبدالباسط کو قادیان کے مدرسہ تعلیم الاسلام میں داخل کرادیا۔جس پر اہل حدیث حلقے

میں بہت شور اٹھا۔ (تاریخ احمدیت جلد ۴ ص ۳۲۲۔۳۲۳)

مولانا بٹالوی صاحب کی وضاحت

قادیانی مصنف کے اس دعوے کے متعلق ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس معاملے میں مولانا محمد حسین بٹالوی کی طرف سے وضاحت سامنے آجائے تو اچھا ہے۔اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

مورخہ 11 فروری 1910ء کے ''اخبار اہلحدیث'' میں مولانا محمد حسین بٹالوی سے ایک سوال ''جناب مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی جواب دیں'' کے عنوان سے شائع ہوا۔

''مرالہ میں جس طرح یہ خاکسار تبدیل ہو کر آیا ہوا ہے، اسی طرح چند دیگر مرزائی بھی آئے ہوئے ہیں۔ جن سے عموماً نوک جھونک ہوتی رہتی ہے۔

لیکن آج کل وہ ایک خاص امر کا اظہار بڑے فخر سے کرتے پھرتے ہیں کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ابوجہل آپ کی نبوت سے منکر رہا اور اس کا بیٹا مسلمان ہو گیا، اسی طرح مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا حال ہے۔

یعنی مولانا ممدوح آج تک مرزا صاحب کے مخالف رہے۔ مگر آج کل انہوں نے اپنے چھوٹے لڑکے کو قادیان کے سکول میں داخل کرا دیا ہے۔ جس سے مولانا ممدوح کا مرزا صاحب کی طرف رجوع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

چونکہ وہ ہر وقت ہمارے سامنے یہی نظیر پیش کرتے ہیں، اس لیے عرض ہے کہ آپ یا مولانا محمد حسین صاحب اس معاملے کی اصلیت سے پبلک کو آگاہ کریں۔ تاکہ بدگمانی دور ہووے۔

فقط احقر العباد۔

قائم الدین نقشہ نویس از ہیڈ مرالہ،

دفتر نہر اپر چناب ڈویژن اوّل ضلع سیالکوٹ۔

(اخبار اہلحدیث امرتسر 11 فروری 1910ء مطابق ۳۰ محرم ۱۳۶۸ھ، صفحہ ۶)

(اس سوال کا جواب مولانا محمد حسین بٹالوی نے اخبار اہلحدیث مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۱۰ء میں دیا، جو کہ آئندہ شمارے میں شائع کیا جائے گا)

مہلت طویل ہو تو پکڑ سخت ہوتی ہے

اوریا مقبول جان

گزشتہ دس بارہ سالوں میں اس ملک میں جس چیز کا سب سے زیادہ تمسخر اڑایا گیا، تضحیک کی گئی، بہانے بہانے سے اسے متروک، فرسودہ اور دقیانوسی ثابت کرنے کی کوشش کی گئی وہ شریعتِ اسلامی یعنی اللہ کے وہ احکامات ہیں جنہیں اللہ کسی معاشرے میں نافذ کرنے کا حکم دیتا ہے اور اگر اس کے احکامات نافذ ہو جائیں تو اللہ خود اس قوم کے لیے امن اور وسیع رزق کا ذمہ لے لیتا ہے۔ پاکستان کا وہ آئین جس کی اس ملک میں موجود، ایک لاکھ وکیل علیحدہ علیحدہ تشریح کرتے ہیں، ایک عدالت کچھ فیصلہ کرتی ہے اور دوسری عدالت بالکل اس سے مختلف۔

اگر سپریم کورٹ آئین کی ایک تشریح کر دے تو سیاست دان اسے ماننے سے انکار کر دیتے ہیں، لیکن اس کے باوجود سب کہتے ہیں کہ آئین بالاتر ہے، قابلِ اعتماد ہے، اسی سے ملک چلایا جا سکتا ہے۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ کون سا آئین مانیں، سپریم کورٹ والا یا فیصل رضا عابدی والا۔ لیکن آپ کسی بھی پروگرام میں شریعت کے نفاذ کی بات کر کے دیکھ لیں سب کے سب آپ پر پل پڑیں گے، کونسی شریعت، کس کی شریعت۔ اب تو ایک اور اصطلاح بھی ایجاد کر لی گئی ہے۔

''اپنی مرضی کی شریعت کا نفاذ''۔

یہ رویہ ہمارے دانشوروں اور ادیبوں میں خود بخود پیدا نہیں ہوا بلکہ اس کے لیے کئی سال محنت کی گئی۔ سعادت حسن منٹو کے کرداروں کو اٹھا کر دیکھیں تو آپ سوچتے رہ جائیں گے۔ اپنی جانب سے یہ عظیم افسانہ نگار زندگی کے تضادات دکھا رہا تھا لیکن اسے پورے انسانی معاشرے میں اگر رحم دل اور انسانیت کے جذبے سے سرشار کوئی کردار نظر آتا ہے تو وہ غنڈوں، بدمعاشوں، دلّالوں طوائفوں میں نظر آتا ہے اور اگر وہ کسی ظالم، کینہ پرور، چھپے ہوئے مجرم کا نقشہ کھینچنے لگتا ہے تو اسے چہرے پر داڑھی

سجائے مولوی دکھائی دیتا ہے۔ سارے کے سارے افسانے پڑھیے، آپ کو نہ کوئی سیدھا سادہ شریف اور نیک مولوی نظر آئے گا اور نہ ہی کوئی ہی سرتاپا بدمعاش اور قاتل۔

ایسا لگتا ہے کہ منٹو کا معاشرہ نیکی کرنے کے لیے بدمعاش کو ضروری سمجھتا ہے اور بدی کے لیے مولوی کو۔ ظلم کی انتہا دیکھیے کہ لاکھوں مسلمان عورتیں قیامِ پاکستان کے وقت قتل ہوئیں، ان کی زبردستی آبروریزی کی گئی لیکن اس ''قابلِ فخر'' افسانہ نگار کو اپنے افسانے ''کھول دو'' میں مسلمان عورت کی آبروریزی کے لیے ان رضاکاروں کا کردار تخلیق کرنا پڑا جو ہندوستان میں محصور عورتوں کو پاکستان لا رہے تھے۔

معاشرے میں گندگی ہوتی ہے، تعفن اور بدبو موجود ہوتی ہے لیکن اسے اپنے خیالی کرداروں میں ایسے لوگوں کے کھاتے میں ڈالنا جن سے اسلام کی پہچان ہو یہ بددیانتی ہے۔ یوں کئی سال مولوی کو مشکوک اور بدکردار بنا کر پیش کیا گیا۔

وہ مولوی جس نے چند سوکھی روٹیوں اور کچے مکان میں بیٹھ کر دور دراز علاقوں میں دین کو شعوری یا لاشعوری طور پر زندہ رکھا۔ معمولی تنخواہ والا، یا صرف دو وقت کی روٹی والا یہ مولوی کبھی ہڑتال پر نہیں گیا۔ ایک دن کے لیے بھی کسی مسجد کو تالا نہ لگا، ایک منٹ کے لیے کوئی نماز لیٹ نہ ہوئی، ایک لمحے کو کسی کو یہ خیال نہ آیا کہ اس گاؤں میں ان کے بچوں کو قرآن کون پڑھائے گا؟

ڈاکٹر انجینئر، استاد پائلٹ سب ہڑتال پر گئے، لیکن آج بھی جب وہ صرف تین چار ہزار روپے ماہوار تنخواہ لیتا ہے اس نے احتجاجاً بھی مسجد جانے سے انکار نہ کیا۔

لیکن خیر مولوی کو گالی بنا دیا گیا۔

آپ انجمن ترقی پسند مصنفین کے کسی افسانہ نگار، شاعر یا ناول نگار کو اٹھا لیں آپ کو ان کا کوئی نہ کوئی کردار ایسا ضرور ملے گا جس میں مولوی کے اندر شیطان چھپا بیٹھا ہے، جب ساٹھ ستر سال کی محنت سے مولوی ملعون ہو گیا تو پھر سیدھا اسلام پر حملے کی نوبت آ گئی۔

جس کسی داڑھی والے سے کوئی جرم سرزد ہوا، پہلا نعرہ یہی لگایا گیا

''یہ دیکھو ان کا اسلام''۔

کسی نے ڈاکٹر کی غلطی کو میڈیسن کے علم کی غلطی کہا؟ انجینئر کی بددیانتی پر انجینئرنگ کے علم کو مسترد کیا؟ یہ دین صرف مولوی کا تو نہیں تھا۔ آپ اٹھ کر اس کی اصل روح کو نافذ کر لیتے۔ لیکن معاملہ نفاذ کا تو تھا ہی نہیں، معاملہ تو اس کے تمسخر اڑانے کا تھا۔ ہر کسی نے اس ''کارِ خیر'' میں اپنی بساط کے مطابق حصہ ڈالا۔

صادق اور امین کی بحث چھڑی تو وہ معیارات جو اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کی قیادت میں دیکھنا چاہتے ہیں اسے ضیاء الحق سے منسوب کر کے اسلام کو مطعون کیا گیا۔ اسلام کے نزدیک سب انسان برابر ہیں لیکن اللہ معاشرے میں معزز ہونے کا حق صرف اس کو دیتا ہے جو ''تقویٰ'' اختیار کرے اور صادق اور امین ہونا تقویٰ کی بنیادی شرائط میں سے ہے۔ لیکن ہم تو معزز اس کو مانتے ہیں جنہیں اٹھارہ کروڑ عام منتخب کر دیں۔

پورے مکہ میں سو کے قریب لوگ رسول اللہ ﷺ کے تیرہ سالہ مکی دورِ نبوت میں ایسے تھے جو اللہ کے نزدیک معزز تھے اور پورے مکہ کی جمہوری رائے ان کے خلاف تھی۔ وہ بھی پکار پکار کر کہتے تھے، ہم بھی دین ابراہیمی کو جانتے ہیں، لیکن یہ مٹھی بھر لوگ اپنی مرضی کی شریعت ہم پر نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ یہاں میں اس سادہ لوح مولوی کو قصوروار نہیں ٹھہراتا لیکن اس ملک کے علماء جانتے تھے کہ شریعتِ نافذہ صرف ایک ہی ہے۔ وہی شریعت جس کے مطابق تحریر کردہ بائیس نکات پر ان تمام علماء کے اساتذہ نے دستخط کیے تھے۔

یہ سب جانتے ہیں کہ اسلام کے جو اصول معاشرے میں نافذ ہونا ہیں ان میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں۔ کوئی نہیں کہتا، سود حلال ہے، زنا پر سنگسار نہ کرو، چوری پر ہاتھ نہ کاٹو، حجاب کے بغیر عورتوں کو باہر آنا چاہیے۔ کم تولنا، جھوٹی گواہی دینا جائز ہے۔ کسی کے نزدیک بھی قصاص کو ترک نہیں کیا جا سکتا۔ یہ وہ قوانین ہیں جو اسلام کا قانونِ تعزیرات اور قانونِ اقتصادیات متعین کرتے ہیں لیکن ان

سب علمائے کرام نے اپنے ان اساتذہ کی تقلید میں، جنہوں نے بائیس نکات تحریر کیے تھے، ایک مسودۂ قانون اور ایک مسودۂ آئین بھی مرتب کر کے پیش نہ کیا۔

ہر کوئی اپنی اپنی مصلحت میں اپنی اپنی بھیڑوں کو سنبھالنے میں لگا رہا۔ اس لیے اس سارے عرصے میں میرے دین کا جو تمسخر میڈیا پر اُڑایا گیا، اسمبلی کے ایوانوں میں جس طرح اس کی تضحیک کی گئی اس پر یہ سب لوگ بھی اسی طرح جوابدہ ہوں گے، جو ٹی وی پر وضو کے طریقے، نماز کے احسن انداز اور روزے کی مکروہات پر اختلاف سے یہ بحث تو کرتے رہے کہ جعفری، مالکی، شافعی، حنبلی اور حنفی میں کیا فرق ہے لیکن اللہ اور اس کے رسولؐ کے سود کے خلاف اعلان جنگ پر میدان میں نہ نکلے، حالانکہ یہ سب اس پر متفق تھے۔

ان دس سالوں میں سپریم کورٹ سے شریعت کورٹ تک غیر سودی نظام کا تمسخر اُڑایا گیا، لیکن کسی کی آنکھ سے آنسو تک نہ نکلے۔ وہ حکمران جو سود کے حق میں عدالتوں میں گئے اور مہلتیں مانگ کر اللہ کے اس حکم کو ٹالتے رہے، آج پھر میدانِ سیاست میں ووٹ مانگ رہے ہیں۔

کوئی نہیں کہتا کہ یہ تو اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف جنگ میں مخالف فوج کا حصہ تھے۔

یاد رکھو! یہ دس بارہ سال ہم کو مہلت ملی تھی۔ یہ اللہ کے حلم اور رحمت کی بات ہے کہ مہلت ملتی گئی اور ہم اس کا اور اس کے دین کا مذاق اُڑاتے رہے۔ اس کے چاہنے والے بار بار پکارتے رہے، اس کی طرف لوٹ جاؤ، لیکن بحیثیت مجموعی ہم نے ان کا بھی تمسخر اُڑایا۔

یاد رکھو! اور بار بار یاد رکھو کہ اللہ فرماتا ہے: ''اے نبیؐ لوگوں سے کہو، میرے رب کو کیا حاجت پڑی ہے کہ اگر تم اس سے رجوع نہ کرو، اسے نہ پکارو (الفرقان 77)

وہ بے نیاز ہے۔ تم سب اس کا انکار کر دو تو اس کی خدائی میں ایک انچ فرق نہ آئے گا۔ لیکن وہ اس آیت میں فرماتا ہے:

''اب کہ تم نے جھٹلا دیا ہے، تو عنقریب وہ سزا پاؤ گے کہ جان چھڑانی محال ہو گی''۔

یاد رکھو مہلت طویل ہوتی جائے تو پکڑ سخت ہوتی جاتی ہے۔

ہم پر عذاب کیوں مسلط ہیں؟

پاکستان، مسلم امہ کے ستاون سے زیادہ ملکوں میں سے وہ واحد خوش قسمت ملک ہے جس کی سپریم کورٹ نے 23 دسمبر 1999ء کو ایک تاریخ ساز فیصلہ دیتے ہوئے سود کو حرام قرار دیا، شریعت کورٹ کے 14 نومبر 1991ء کے اس فیصلے کو بحال کیا جس کے مطابق بینکوں کا ہر قسم کا سود حرام ہے

اور حکومت وقت کو تیس جون 2001ء تک مہلت دی کہ ملک سے سودی نظام کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا جائے، اس لیے کہ سود کا خاتمہ اس کی آئینی ذمہ داری ہے۔ وہ آئین پاکستان جس کے نفاذ اور اس پر عملدرآمد کے لیے ہر کوئی ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے

اس کے آرٹیکل 38 (ایف) کے مطابق یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ جس قدر جلد ممکن ہو سود کا خاتمہ کرے۔ آئین کا یہ آرٹیکل 1973ء سے چلا آ رہا ہے اور اس کو کسی آمر نے آئین کی کتاب میں نہیں ڈالا۔

23 دسمبر 1999ء کے بعد کیا ہوا اور اس سے پہلے کیا ہوتا رہا؟ یہ اس ملک پر مسلط ہونے والے اللہ کے مستقل عذاب کی بنیادی وجہ بھی ہے اور اس کے غیظ و غضب کا پس منظر بھی۔ صرف اس ملک کی سپریم کورٹ کو ہی یہ اعزاز حاصل نہیں کہ اس نے سود کے خلاف ایک بھرپور فیصلہ دیا بلکہ اس ملک کے بانی حضرت قائداعظمؒ سود کے خلاف جہاد کے پہلے مرد مجاہد تھے۔

ایک جولائی 1948ء کو جب انہوں نے شدید بیماری کی حالت میں سٹیٹ بینک آف پاکستان کا افتتاح کیا تو فرمایا:

”میں اس بینک کے تحقیقی شعبے کی کارکردگی کو ذاتی طور پر دیکھوں گا کہ وہ بینکنگ کے شعبے کو

اسلام کے معاشی اور معاشرتی اصولوں کے مطابق مرتب کرے۔ مغرب کے معاشی نظام نے انسانیت کے لیے ایسے ناقابل اصلاح مسائل پیدا کر دیئے ہیں کہ اکثریت یہ سوچتی ہے کہ کوئی معجزہ ہی ہے جو مغرب کے اس المیے سے دنیا کو بچا سکے جو اس کے معاشی نظام نے پیدا کیا ہے۔'' یہ تقریر طویل ہے جسے آج بھی سٹیٹ بینک کی ویب سائٹ پر دیکھا جا سکتا ہے۔

اس میں پاکستان میں اسلامی نظام معیشت کے پہلے داعی اور سود کے خلاف جہاد کے مجاہد اول قائد اعظمؒ نے مغرب کے سیکولر اور سرمایہ دارانہ معاشی نظام کا جس طرح رد کیا ہے وہ اس مملکت خداداد پاکستان ہی کا اعزاز ہے۔ یکم جولائی 1947ء کے دن قائد اعظمؒ کی تقریر سے 23 دسمبر 1999ء کے سپریم کورٹ فیصلے کے درمیان بہت سے مرحلے آئے۔

ہر مرحلے پر ہماری جمہوری اور آمرانہ حکومتوں کی منافقتوں اور اللہ کے ساتھ چالبازیوں کی داستانیں نظر آتی ہیں۔ دسمبر 1969ء میں اسلامی مشاورتی کونسل نے ڈھاکہ میں منعقدہ اجلاس میں بینک کے قرضوں، سیونگ سرٹیفکیٹ، پرائز بانڈ، پوسٹل لائف انشورنس وغیرہ سب کو سود قرار دے دیا اور اس کے خاتمے کیلئے اقدامات تجویز کرنے کو کہا۔

1973ء میں آئینِ پاکستان میں سود کا خاتمہ حکومت کی ذمہ داری قرار دی گئی لیکن اپنے سارے دور میں ذوالفقار علی بھٹو نے اس جانب عملدر آمد کی طرف ایک قدم بھی نہ اٹھایا۔

1981ء میں جنرل ضیاء الحق نے فیڈرل شریعت کورٹ قائم کی، لیکن منافقت دیکھیں کہ دس سال تک اس پر پابندی لگا دی کہ وہ معاشی معاملات کا کوئی کیس نہیں لے سکے گی یعنی سود کے خلاف فیصلے کی جرأت نہ کرے۔

جیسے یہ دس سال کی مہلت 1991ء میں ختم ہوئی وفاقی شرعی عدالت نے طویل سماعتوں کے بعد 14 نومبر 1991ء کو تاریخی فیصلہ دیا اور بینکوں کے سود کو حرام قرار دیتے ہوئے حکومت کو چھ ماہ کی مہلت دی کہ وہ اس عرصے میں بینکوں سے سود ختم کر دے۔

نواز شریف برسر اقتدار تھے، انہوں نے شریعت کورٹ کے اس فیصلے کے خلاف سپریم میں اپیل کردی۔اس کے بعد بینظیر بھٹو آئیں، پھر نواز شریف لیکن حکومت سپریم کورٹ سے تاریخوں پر تاریخیں لیتی رہی۔

کسی حکمران میں یہ جرأت نہ ہوئی کہ اللہ سے ڈرتے ہوئے عدالت سے اپنی اپیل کو واپس لے لیتی۔یوں 23 دسمبر 1999ء کا دن آگیا اور سپریم کورٹ کا وہ عظیم فیصلہ آ گیا۔پرویز مشرف ابھی سنبھلنے بھی نہ پایا تھا لیکن وہ ان جمہوری حکمرانوں سے زیادہ چالاک تھا۔

وہ خود عدالت نہیں گیا بلکہ ایک سرکاری بینک یونائیٹڈ بینک کو حکم دیا کہ وہ اس فیصلے کے خلاف نظر ثانی کی اپیل کرے۔اپیل دائر ہوئی۔سپریم کورٹ کے تمام اصورل ردّی کی ٹوکری میں پھینک دیئے گئے۔نظر ثانی ہمیشہ وہی جج کرتے ہیں جنہوں نے فیصلہ دیا ہو، لیکن یہاں بینچ سے صرف ایک جج کو لیا گیا۔

اس ملک کے اعلیٰ ترین وکلا بینک کے سرمایہ پر عدالت کے ایوانوں میں بولتے رہے۔میں ان کے فقرے سوچتا ہوں تو کانپ اُٹھتا ہوں۔رضا کاظم نے کہا ''وفاقی شرعی عدالت کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ سود کو حرام قرار دینے کے بارے میں فیصلہ کرے، یہ تو ایک آئینی ذمہ داری ہے جو آرٹیکل 138 (الف) تک وفاقی حکومت کی ہے۔

یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ سود ختم کرے نہ کہ وفاقی شرعی عدالت کی اور نہ ہی وفاقی شرعی عدالت کو یہ اختیار حاصل ہے اور نہ ہی سپریم کورٹ کو کہ حکومت کی کرسی پر جا بیٹھے اور ٹائم فریم دینے لگے اور حکم دے کہ اتنے عرصے تک سود ختم کرو۔'' محمد اکرم راجہ، ریاض الحسن گیلانی اور اٹارنی جنرل مخدوم علی خان شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کی اس جسارت پر گرجے، برسے اور پھر چیف جسٹس شیخ ریاض حسین کی سربراہی میں قائم بینچ نے شریعت کورٹ کا فیصلہ کالعدم قرار دے دیا۔

یہ 24 جون 2002ء کا تاریک دن تھا۔ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ عدالت اپنا کوئی فیصلہ تحریر

کر دیتی، سود کے حق میں دلائل لکھ دیتی، لیکن جس شریعت کورٹ کے بارے میں کہا گیا کہ اسے کوئی حق نہیں اس موضوع پر فیصلہ کرنے کا، اسی کو یہ کیس واپس کر دیا گیا۔ اس سانحے کو گیارہ سال ہونے والے ہیں۔ یوں لگتا ہے سود کے معاملے میں عدالتوں کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔ ان گیارہ سالوں میں ہماری سیاسی اور مذہبی جماعتوں نے آمریت کے خلاف جدوجہد کی۔ عدلیہ کی بحالی کی تحریک چلائی۔ گو امریکہ گو کے نعرے لگائے، حکومتیں بنائیں، آئین میں ترامیم کیں بھی اور کروائیں بھی۔ جمہوریت کی بحالی کے لیے جدوجہد کی لیکن کسی کو اللہ اور اس کے رسول کا وہ اعلانِ جنگ یاد نہ آیا جو سود کے حامیوں کے خلاف ہے۔

سود کے خلاف یہ جنگ ہم میں سے کسی نے نہیں، سوخوروں نے نہیں، بلکہ اللہ نے شروع کی ہے۔ اللہ نے سورہ بقرہ کی آیت نمبر 278 میں فرمایا: ''اگر تم ایمان پر قائم ہو تو سود میں جو کچھ باقی ہے اس کو چھوڑ دو اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ''۔ یہ جنگ اللہ نے شروع کی ہے اور جو جنگ اللہ شروع کرتا ہے اس میں ہار اس کے مخالف گروہ کی ہوتی ہے۔ اس قوم پر اتمام حجت ہو چکی ہے۔ گیاہ سال میں کوئی ایک آواز، کوئی ایک نعرہ تک نہ گونجا کہ قائداعظمؒ کی تقریر پر عمل کرو، آئین کے مطابق سود ختم کرو، سپریم کورٹ کے فیصلے کو نافذ کرو۔ نہیں آج سب لوگوں کی عدالت میں حکمرانی کی بھیک مانگنے نکلے ہوئے ہیں۔ ووٹ مانگ رہے ہیں۔ انہیں علم ہی نہیں کہ اللہ کی عدالت ہر گھڑی، ہر لحہ سجی ہے، فیصلے صادر کر رہی ہے۔

اللہ نے یہ جنگ میدان محشر میں نہیں بلکہ اسی دنیا میں لڑنی ہے اور اس جنگ کا مرکز پاکستان ہے کہ کسی اور مسلم ملک کو یہ اعزاز حاصل نہیں کہ اس کا بانی سود کے خلاف جہاد کا اعلان کرے، اس کا آئین سود کا خاتمہ چاہے اور اس کی سپریم کورٹ فیصلہ بھی دے دے اور ہم خاموش تماشائی بنے رہیں۔ اب تو جس کسی نے اللہ کی اس جنگ کی دعوت کو قبول کیا ہے اسے اپنے انجام کی خیر منانا چاہیے۔ اللہ کے لیے کیا دیر ہے کہ زمین کو ہلکی سی جنبش دے یا سمندروں سے پانی اچھال دے۔

حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ

بن ابی سلیمان الکوفی

استاذ: حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ

2

حضرت حماد رحمہ اللہ کے شاگرد

کہتے ہیں کہ ''درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے اور استاذ اپنے شاگردوں سے'' اس مقولہ کو سامنے رکھتے وہئے جب ہم آپ کے شاگردوں کو دیکھتے ہیں تو اُن میں سے ہر فرد علم کا پہاڑ نظر آتا ہے۔ ایک نظر آپ بھی شاگردوں پر ڈال لیجیے۔ علامہ مِزّیؒ نے آپ کے چند شاگردوں کے درج ذیل نام ذکر کیے ہیں:

(۱) آپ کے صاحبزادے اسماعیل۔ (۲) جریر بن ایوب بجلی ۔ (۳) حلب کے قاضی حفص بن عمر۔ (۴) شیخ الکوفۃ حَکَم بن عُتَیبہ۔ (۵) حماد بن سلمہ بصری۔ (۶) شیخ حمزہ الزیات۔ (۷) زید بن ابی اُنیسہ۔ (۸) ابوغیلان سعد بن طالب الشیبانی۔ (۹) سید الحفاظ امام سفیان ثوری الکوفی۔ (۱۰) سلمہ بن صالح جعفی۔ (۱۱) شیخ الاسلام سلیمان بن مہران اعمش کوفی۔ (۱۲) امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ بن حجاج بصری ۔ (۱۳) عاصم بن سلیمان الاحول بصری۔ (۱۴) عبدالاعلیٰ بن ابی المساور۔ (۱۵) عبدالملک بن عثمان ثقفی۔ (۱۶) عبید بن ابی اُمیہ۔ (۱۷) عثمان بن عبدالرحمٰن وقاصی۔ (۱۸) ابوبُردہ عمرو بن یزید الکوفی ۔ (۱۹) کعب بصری۔ (۲۰) محمد بن اَبان جعفی۔ (۲۱) محمد بن مرّہ۔ (۲۲) مسعر بن کدام الکوفی۔ (۲۳) مغیرہ بن مِقْسَم الضبی الکوفی۔ (۲۴) امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی ۔ (۲۵) ہشام دستوائی البصری۔ (۲۶) ابواسحٰق الشیبانی التابعی الکوفی۔ (۲۷) امام ابوبکر نہشلی الکوفی۔ (۲۸) ابوہاشم الرمانی رحمہم اللہ

امام ابوحنیفہؒ حضرت حمادؒ کے حلقۂ درس میں:

حضرت حمادؒ سے سب سے زیادہ استفادہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے کیا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میں حضرت حمادؒ کی خدمت میں اٹھارہ برس رہا ہوں۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا امام حمادؒ کے حلقۂ درس میں کس طرح جانا ہوا اِس کے متعلق حضرت امام صاحبؒ کے شاگرد امام زفر بن ہذیلؒ فرماتے ہیں مَیں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

''پہلے میری توجہ (فرقِ باطلہ کی تردید کی وجہ سے) علمِ کلام کی طرف زیادہ تھی اور میں علمِ کلام میں اس درجے پر پہنچ گیا تھا کہ لوگ انگلیوں سے میری طرف اشارے کرنے لگے تھے، ہم لوگ حضرت حماد کے حلقۂ درس کے قریب ہی بیٹھا کرتے تھے، ایک دفعہ ایسا ہوا کہ میرے پاس ایک عورت آکر کہنے لگی کہ ایک شخص کی ایک بیوی ہے جو باندی ہے وہ اُسے طلاق سُنّی دینا چاہتا ہے وہ اسے کتنی طلاقیں دے؟ مَیں نے اس سے کہا کہ حضرت حمادؒ سے جا کر پوچھ لو اور وہ جو جواب دیں مجھے بھی بتلاتی جانا۔ اس نے حضرت حماد کے پاس جا کر مسئلہ پوچھا، آپ نے فرمایا: وہ اُسے زمانۂ طہر میں کہ جس میں کہ جس میں صحبت بھی نہ کی ہو ایک طلاق دے دے اور اُسے چھوڑ دے کہ وہ دو حیض عدت کے گزار لے جب وہ دو حیض گزار کر نہا لے گی تو اس کے نکاح سے نکل جائے گی اور دوسرے کے لیے حلال ہو جائے گی۔ اس عورت نے واپس جاتے ہوئے۔ حضرت امام صاحب کو مسئلہ بتلایا امام صاحبؒ نے فرماتے ہیں کہ میں نے جی میں کہا کہ مجھے علمِ کلام کی ضرورت نہیں ہے، مَیں نے جوتی اٹھائی اور حضرت حمادؒ کے حلقۂ درس میں جا بیٹھا۔ پھر یہ معمول ہو گیا کہ جو مسائل آپ بیان فرماتے میں وہ سُن کر یاد کر لیتا اور دوسرے دن دہرا دیتا۔ (جب حضرت حمادؒ سنتے تو) مجھے مسائل یاد ہوتے اور دوسرے ساتھیوں کو یاد نہ ہوتے، وہ مسائل بتلانے میں غلطی کرتے۔ حضرت حمادؒ نے فرمایا: میرے سامنے سب سے آگے ابوحنیفہ بیٹھا

کریں اور کوئی نہ بیٹھے، الغرض پورے دس سال میں آپ کی صُحبت میں رہا۔ پھر میرے دل میں خیال آیا کہ میں امام حمادؒ سے الگ ہوکر اپنے حلقے میں بیٹھوں، ایک دن میں نکلا دل میں پکا ارادہ کرلیا کہ اپنا حلقہ الگ قائم کروں گا، لیکن جب میں مسجد میں داخل ہوا اور امام حماد کو دیکھا تو انہیں چھوڑنے کو جی نہ مانا میں آگے بڑھا اور آپ کے حلقے میں جا بیٹھا۔ اتفاقاً ایسی صورت پیش آئی کہ اسی رات بصرے میں آپ کے کسی عزیز کے فوت ہوجانے کی خبر آگئی، جس کا حضرت حمادؒ کے سوا کوئی وارث نہیں تھا، حضرت حماد نے مجھ سے کہا کہ تم میری جگہ بیٹھو، جب آپ چلے گئے تو میرے پاس ایسے مسائل آنے لگے جو میں نے آپ سے نہیں سُنے تھے۔ مَیں اُن مسائل کا جواب دیتا اور اپنے پاس جواب لکھتا رہا۔ حضرت حمادؒ دو ماہ بعد واپس آئے میں نے آپ کو وہ مسائل دکھلائے جو ساٹھ کے قریب تھے، آپ نے چالیس مسائل میں میری موافقت فرمائی اور بیس میں مخالفت، یہ صورت حال دیکھ کر میں نے فیصلہ کرلیا کہ میں آپ کی وفات تک آپ سے جُدا نہیں ہوں گا، چنانچہ جب تک آپ فوت نہ ہوگئے میں آپ سے جُدا نہیں ہوا۔ امام عجلی کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا میں اٹھارہ برس امام حمادؒ کی صحبت میں رہا۔“

ایک دوسری روایت میں امام صاحبؒ فرماتے ہیں:

”میں حماد بن ابی سلیمانؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ انتہائی باوقار، بردبار شیخ ہیں جو بات کو سمجھتے بھی ہیں اور سمجھاتے بھی ہیں، میں نے آپ کے حلقۂ درس کو لازم پکڑلیا، میں نے آپ کے پاس تمام وہ علوم ومسائل پائے جن کی مجھے ضرورت تھی۔ ایک دِن امام حمادؒ مجھ سے کہنے لگے: ابوحنیفہ تم نے تو مجھے خالی کردیا۔“

حضرت امام صاحبؒ کے اس فرمان سے معلوم ہورہا ہے کہ آپ امام حمادؒ کی خدمت میں اٹھارہ برس

رہے ہیں اس طویل عرصے میں آپ نے امام حمادؒ سے علمِ حدیث بھی حاصل کیا اور علم فقہ بھی، چونکہ آپ پر استاذ کی خُصوصی توجہ تھی اس لیے آپ اپنے سب ہم درسوں پر سبقت لے گئے تھے، حسن بن زیادؒ فرماتے ہیں:

”کان ابو حنیفة یروی اربعة آلاف حدیث الفین لحماد والفین لسائر المشیخة“

حضرت امام ابو حنیفہؒ چار ہزار اَحادیث روایت کرتے تھے جن میں سے دو ہزار حضرت حمادؒ کی تھیں اور دو ہزار باقی تمام مشائخ کی۔

امام حمادؒ نے حضرت امام صاحبؒ کو طریقِ استنباط کے ساتھ ساتھ مخالفت کو ساکت کرنے کے اُصول بھی سکھائے تھے۔ (کیونکہ اُس دور میں نئے نئے فرقے جنم لے رہے تھے اور اُن سے عقلی انداز میں گفتگو کرنا ضروری تھا) یہ اُصول ایسے تھے جن سے حضرت امام صاحبؒ ہمیشہ فریقِ مخالف پر حاوی رہتے تھے اور کبھی بھی آپ کو لاجواب نہیں ہونا پڑتا تھا، ایک زرّیں اُصول قارئین کی دلچسپی کے لیے نقل کیا جاتا ہے۔

حضرت امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

”جب تم سے کوئی مشکل اور پیچیدہ بات پُوچھی جائے تو اُلٹا تم سائل سے اس کے متعلق سوال کر دو تاکہ تم اُس کے سوال سے خلاصی پاؤ“ (امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ) ایک شخص نے میرے ساتھ سازش کی اور مجھ سے ملنے کے لیے دروازے پر بیٹھ گیا۔ میں اس وقت ابن ہبیرہ (گورنرِ کوفہ) کے پاس تھا اور میرے بارہ میں جیل جانے کا حکم دیا جاچکا تھا، وہ شخص کوشش کر کے جیل تک پہنچا اور مجھ سے پوچھنے لگا: اے ابو حنیفہ! اگر بادشاہ کسی کو حکم دے کہ فلاں کو قتل کر دو تو کیا اُس کا اِس شخص کو قتل کرنا جائز ہوگا؟ امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اُس سے کہا: کیا وہ شخص اُن اَفراد میں سے ہے جن کا قتل کیا جانا واجب ہے؟ اُس نے کہا کہ ہاں، میں نے کہا پھر اُسے قتل کر دو، وہ بولا کہ اگر وہ اُن اَفراد میں سے نہ ہو

جن کا قتل کیا جانا واجب ہے تو پھر؟ امام صاحبؒ فرماتے ہیں میں نے کہا
کہ سلطانِ اعظم کسی ایسے شخص کے قتل کا حکم نہیں دے سکتے جو مستحقِ قتل نہ
ہو، (اس پر وہ لاجواب ہو گیا)

الغرض حضرت امام صاحبؒ، امام حمادؒ کی خدمت میں رہ کر علوم بھی حاصل کرتے رہے اور دل وجان سے اُستاذ کی خدمت بھی کرتے رہے، آپ نے اپنے اُستاذ کی ایسی بے مثال خدمت کی کہ موجودہ دَور میں اس کا تصوّر بھی مشکل ہے۔ امام حمادؒ کی ہمشیرہ عاتکہؒ فرماتی ہیں:

''ابو حنیفہؒ ہمارے دروازے پر ہماری روئی دُھنتے تھے اور ہمارے لیے
دودھ اور سبزی وغیر لاتے تھے''۔

یاد رہے کہ حضرت امام صاحبؒ اپنے دَور کے متمول خاندان کے فرد تھے، تجارت کیا کرتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ خوش خوراک وخوش لباس بھی تھے، بایں ہمہ اُستاذ کی ایسی خدمت انجام دینا یہ آپ ہی کے بس کی بات تھی، اس دَور میں تو شاید کوئی اس کا تصور بھی نہ کر سکے۔

حضرت امام صاحبؒ کی امام حمادؒ سے عقیدت ومحبت اور ادب واحترام

حضرت امام صاحب کو امام حماد سے انتہائی محبت ہو گئی تھی جو ایک فطری عمل تھا۔ آپ اپنے اُستاذ سے محبت کے ساتھ ساتھ آپ کا انتہائی اَدب واحترام بھی فرماتے تھے۔

عقیدت ومحبت کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اپنے صاحبزادے کا نام االستاذِ محترم کے نام پر ''حماد'' رکھا تھا، نیز امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ''جب سے حضرت حمادؒ کی وفات ہوئی ہے میں نے کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی کہ اپنے والدین کے ساتھ اپنے اساتذہ اور حضرت حمادؒ کے لیے دُعائے مغفرت نہ کی ہو''۔

اُستاذ کے اَدب واحترام کا اس سے اندازہ لگایئے کہ حضرت امام صاحبؒ فرماتے ہیں:

''میں نے حضرت حمادؒ (کے گھر) کی گلی کی طرف بھی کبھی پاؤں نہیں
پھیلائے، حالانکہ دونوں کے درمیان سات گلیوں کا فاصلہ تھا''۔

حضرت امام صاحبؒ کی اپنے اُستاذ حضرت حمادؒ کے ساتھ عقیدت ومحبت اور اَدب واحترام ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ کے اُستاذ کو بھی آپ سے اِسی قدر محبت ہو گئی تھی، وہ آپ کی عظمت کے بھی قائل تھے اور آپ کی

دید کے بھی مشاق رہتے تھے، جب تک آپ کو دیکھ نہ لیتے تھے چین نہیں پڑتا تھا۔

علامہ ابن عبدالبر اُندلسیؒ (م:۴۶۳ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام صاحبؒ کے والد بزرگوار نے امام حمادؒ سے ایک مسئلہ دریافت کیا، امام حمادؒ نے جواب دیا، امام صاحبؒ نے جواب پر ایک سوال کر دیا، بات لمبی ہوئی امام حمادؒ خاموش ہو گئے، امام صاحبؒ جب مجلس سے رُخصت ہوئے تو امام حمادؒ نے فرمایا ''ھذا مع فقھه یحی اللیل'' یہ صرف فقیہ نہیں بلکہ شب زندہ دار بھی ہیں''۔

ایک بار والد صاحب (امام حمادؒ سفر میں تشریف لے گئے اور کچھ دن باہر رہے واپسی پر میں نے پوچھا: اباجان آپ کو سب سے زیادہ کس کے دیکھنے کا شوق تھا؟ فرمایا ابوحنیفہ کے دیکھنے کا ''لو امکننی ان لا ارفع طرفی عنه فعلت'' اگر یہ ممکن ہوسکتا کہ میں اپنی نگاہ اُن کے چہرے سے نہ اُٹھاؤں تو یہی کرتا۔

حضرت امام صاحبؒ کی اسی عقیدت ومحبت اور خدمت گزاری کا نتیجہ ہے کہ آج آپ کا نام دنیا میں دوپہر کے سورج کی طرح روشن ہے اور پوری دنیا کے دوتہائی مسلمان آپ کی فقہ پر عمل پیرا اور آپ کے مقلد ہیں، سچ ہے

ھر کہ خدمت کرد او مخدوم شُد

حضرت حمادؒ کا جود وسخا:

پیچھے یہ بات گزر چکی ہے کہ امام حمادؒ کوفہ کے روساء عظام میں سے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو دولتِ دین کے ساتھ ساتھ دولتِ دنیا سے بھی نوازا تھا، دل کے سخی تھے اور دل کھول کر سخاوت کیا کرتے تھے، آپ کے اندازِ سخاوت سے یوں محسوس ہوتا ہے گویا آپ کی نگاہ میں دولتِ دنیا کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی۔ آپ کی دریادلی کا نتیجہ تھا کہ عوام ہوں یا علماء، سب آپ سے محبت کرتے تھے، تاریخ نے آپ کی سخاوت کے بہت سے واقعات محفوظ کیے ہیں۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے چند واقعات پیش کیے جاتے ہیں:

(۱) حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حماد بن ابی سلیمانؒ سے ہمیشہ محبت رہی اس وجہ سے کہ مجھے ان کا ایک واقعہ معلوم ہوا تھا اور وہ یہ تھا کہ وہ ایک دن گدھے پر سوار جا رہے تھے، اس کے ایڑ ماری، وہ جو زور سے دوڑا

تو اس کے جھٹکے سے حضرت حمادؒ کے کرتے کی گھنڈی ٹوٹ گئی، راستے میں ایک درزی کی دُکان پر نظر پڑی اس کو سلوانے کی اُترنے لگے، درزی نے کہا، اُترنے کی ضرورت نہیں معمولی کام ہے میں ابھی لگائے دیتا ہوں، درزی نے کھڑے ہو کر وہ گھنڈی کرتے میں سی دی، حضرت حمادؒ نے اِس کی اُجرت میں ایک تھیلی دی جس میں دس اشرفیاں تھیں اور معاوضے کی کمی معذرت کی اور قسم اُٹھا کر کہا کہ اسوقت میرے پاس اور کچھ نہیں ہے۔"

(۲)۔محمد بن صبیحؒ کہتے ہیں کہ جب ابولزناد صدقات کی وصولی کے لیے کوفہ آئے تو ایک شخص نے حضرت حمادؒ سے کہا کہ آپ فلاں شخص کے بارے میں ابوالزناد سے بات کر کے اس کو اس کے پاس کسی کام کے لیے ملازم رکھوادیں، حضرت حمادؒ نے فرمایا کہ تمہارے اس ساتھی کو ابوالزناد سے کتنی رقم ملنے کی توقع ہے؟ اُس نے کہا ہزار درہم، آپ نے فرمایا میں اپنے سے پانچ ہزار درہم دے دیتا ہوں، لیکن میں اس کام کے لیے اپنے آپ کو صرف نہیں کر سکتا۔ وہ شخص بولا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ یہ رقم تو اس کی توقع سے کہیں بڑے کر ہے"۔

(۳)۔صلت بن بسطام تمیمیؒ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حماد بن ابی سلیمانؒ میرے پاس ملاقات کے لیے آتے سارا دن میرے پاس ٹھہرتے اور کچھ بھی نہ کھاتے پیتے، لیکن جب جانے لگتے تو فرماتے تکیہ کے نیچے جو چیز ہے وہ لے لیجیے اور بچوں سے کہیے کہ وہ اِسے کام میں لائیں۔ بسطام کہتے ہیں (حضرت حمادؒ تو یہ کہہ کر چلے جاتے) میں جب تکیے کے نیچے دیکھتا تو وہاں سے ڈھیروں درہم نکلتے"۔

(۴)۔صلت بن بسطامؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حماد بن ابی سلیمانؒ رمضان المبارک کے مہینے میں ہر روز پچاس آدمیوں کا روزہ کھلواتے تھے اور عید کی رات ہر ایک کو کپڑے دیتے تھے اور ساتھ میں سو سو درہم بھی دیتے تھے"۔

(۵)۔علامہ ذہبی شافعیؒ (م:۷۴۸ھ) فرماتے ہیں: ''ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت حماد بڑے مالدار تھے، رمضان المبارک میں پانچ سو آدمیوں کا روزہ افطار کرواتے تھے اور عید کے بعد ہر ایک کو سو سو درہم دیتے تھے۔

حضرت حمادؒ کی اس جود وسخا کا بڑے بڑے حضرات کو اعتراف تھا، چنانچہ مشہو صوفی بزرگ حضرت داؤد طائیؒ (م:۱۶۵ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت حماد بن ابی سلیمان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے صاحبزادے حمادؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''کوفہ کے اندر کھلانے پلانے اور مال کی سخاوت کرنے میں حضرت حماد بن ابی سلیمانؒ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوا۔

حضرت حمادؒ کا حلم ووقار:

حضرت حمادؒ نے جب سے اپنے حلقۂ درس میں فقہاء کا انداز اپنایا اور ''ایمان'' کے بارے میں فقہاء محدثین کا موقف اختیار کیا اُس وقت سے بعض محدثین ان پر تعریض کرنے لگے، حضرت حمادؒ کے سامنے جب کوئی کسی محدث کی بات نقل کرتا تو آپ جوش میں آنے کے بجائے بڑے صبر وتحمل سے جواب دیتے، چنانچہ

''حضرت معمرؒ کہتے ہیں کہ ہم جب ابواسحاق کے پاس آتے تو وہ ہم سے پوچھتے کہاں سے آرہے ہو؟ ہم کہتے حماد کے پاس سے، وہ کہتے ماقال لکم اخو المرجئة ؟ مرجۂ کے بھائی نے تم سے کیا کہا؟ پھر جب حماد کے پاس جاتے تو وہ ہم سے پوچھتے کہ کہاں سے آرہے ہو؟ ہم کہتے ابواسحٰق کے پاس سے، حمادؒ فرماتے کہ شیخ (ابواسحٰق) کو لازم پکڑلو کہیں ایسا نہ ہو کہ اُن کی زندگی کا چراغ گل ہو جائے، لیکن ہوا ایسے کہ حماد اِن سے پہلے ہی فوت ہو گئے۔

حضرت حمادؒ کا خوف وخشیت:

مالک بن اسماعیلؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ کو جو حماد بن ابی سلیمانؒ کے صاحبزادے اسماعیلؒ کی بیٹی تھیں۔ یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''اکثر ایسا ہوتا کہ میں اپنے دادا حماد بن ابی سلیمان کی گود میں قرآن رکھا ہوا دیکھتی اور آپ کے آنسو قرآن کے ورکوں پر گر رہے ہوتے۔

حضرت حمادؒ محدثین کی نظر میں:

اسماء الرجال کی کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت حمادؒ کی بڑے بڑے محدثین وفقہاء نے

تعریف وتوثیق کی ہے۔

(ا) حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ جو آپ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اُن سے جب یہ سوال ہوا کہ جن فقہاء کو آپ نے دیکھا ہے اُن میں سے سب سے بڑے فقیہ کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ''ما رایت افقه من حماد'' (حضرت حماد سے بڑا کوئی فقیہ میں نے نہیں دیکھا)

حضرت امام صاحبؒ حضرت حماد کو امام زہریؒ سے بھی بڑا فقیہ جانتے تھے۔ چنانچہ مسئلہ رفع یدین پر جب آپ کی امام اوزاعیؒ سے بات چیت ہوئی تھی تو آپ نے حضرت حمادؒ کو امام زہریؒ کے مقابلے میں پیش کیا تھا اور امام اوزاعیؒ نے اس کی تردید نہیں کی تھی، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ دلچسپ مناظرہ نذرِ قارئین کیا جائے، ملاحظہ فرمائیے:

> ''حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مکہ مکرمہ میں دار الحناطین میں حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت امام اوزاعیؒ ایک دوسرے سے ملے، امام اوزاعیؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے کہا کہ آپ لوگوں کو کیا ہو گیا کہ نماز میں رکوع میں اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے؟
>
> امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: اس سبب سے کہ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی صحیح حدیث (جو سالم عن الاظراب والمعارضۃ ہو) نہیں ملی، امام اوزاعیؒ نے کہا کہ صحیح حدیث کیوں نہیں ہے۔ البتہ حدیث بیان کی مجھ سے زہریؒ نے اُنہوں نے سالمؒ سے روایت کی، اُنہوں نے اپنے والد عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے، کہا کہ آپ رفع یدین کرتے جب نماز شروع فرماتے اور رکوع میں جانے اور اُس سے اٹھنے کے وقت، امام ابوحنیفہؒ نے اُن سے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے حمادؒ نے اُنہوں نے روایت کی ابراہیمؒ سے انہوں نے روایت کی علقمہؒ اور اَسودؒ سے اُنہوں نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے، مگر نماز کے شروع میں (تکبیرِ تحریمہ کے وقت) پھر کسی اور جگہ نہیں کرتے تھے، اس پر اوزاعیؒ کہنے لگے کہ میں آپ کو حدیث بیان کر رہا

ہوں زہریؒ سے وہ سالمؒ سے اور وہ اپنے والد سے (اس سے امام اوزاعی کا مقصد علوِ سند کی وجہ سے حدیث کو ترجیح دینا تھا کیونکہ ان کی سند میں تین راوی ہیں) اور آپ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی مجھ سے حمادؒ نے اور انہوں نے روایت کی ابراہیمؒ سے (گویا امام اوزاعیؒ کی نظر میں یہ سند عالی نہیں تھی کیونکہ اس میں چار راوی ہیں) امام ابوحنیفہؒ نے اُن سے کہا کہ حمادؒ زہریؒ سے بڑے فقیہ ہیں اور ابراہیمؒ سالمؒ سے بڑے فقیہ ہیں اور علقمہؒ فقہ میں حضرت ابن عمرؓ سے کچھ کم نہیں اگرچہ حضرت ابن عمرؓ کو شرفِ صحابیت حاصل ہے اور اَسود کو بہت کچھ فضیلت حاصل ہے پھر عبداللہ بن مسعودؓ تو عبداللہ بن مسعودؓ ہی ہیں اس پر اوزاعیؒ خاموش ہو گئے''۔

(حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مقصد یہ ہے کہ حدیث کو ترجیح علوِ سند سے نہیں، فقاہتِ راوی سے حاصل ہوتی ہے اور آپ کی سند میں چونکہ تمام کے تمام راوی فقہاء ہیں اس لیے آپ کی روایت کو ترجیح حاصل ہونی چاہیے نہ کہ امام اوزاعیؒ کی روایت کو)

(۲) ابواسحاق شیبانیؒ فرماتے ہیں:

میں نے کوئی ایسا عالم نہیں دیکھا جو حمادؒ سے بڑا فقیہ ہو، آپ سے سوال ہوا کہ شعبیؒ بھی آپ سے بڑے فقیہ نہیں ہیں؟

فرمایا: شعبیؒ بھی نہیں ہیں۔

(۳) سفیان بن عینیہؒ حضرت عمرؒ سے نقل کرتے ہیں کہا کہ آپ فرماتے تھے: ''میں نے زہری، حماد اور قتادہ سے بڑا کوئی فقیہ نہیں دیکھا''۔

(۴) عبدالرزاق حضرت معمرؒ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''میں نے حمادؒ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا''۔

(۵) سفیان بن عینیہؒ فرماتے ہیں: ''کوفہ میں حکم بن عتیبہ اور حماد بن ابی سلیمان جیسا کوئی شخص نہیں ہوا۔

(۶) ابن عابسؒ کہتے ہیں: ''میں نے حماد بن سلمہؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ کی وفات

کے بعد کوفہ کے مفتی اور وہ شخص جن کی طرف فقہ میں نظر اُٹھتی تھی وہ حماد بن ابی سلیمان تھے۔

(۷) ابن مبارکؒ فرماتے ہیں: ''میں نے حضرت داوٗد طائیؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوفہ میں لوگوں کے مفتی حضرت حمادؒ بن ابی سلیمان تھے۔

(۸) حضرت بقیہؒ فرماتے ہیں: ''میں نے امام شعبہؒ سے حماد بن ابی سلیمانؒ کے بارہ میں پوچھا تو فرمایا کہ وہ صدق اللسان ہیں یعنی انتہائی سچی زبان والے۔

(۹) یحی بن معین فرماتے ہیں: ''میں نے یحی بن سعید القطانؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے حماد بن مغیرہ (بن مقسم) سے زیادہ محبوب ہیں (یاد رہے کہ مغیرہ بن مقسم صحاح ستہ کے راوی ہیں)

(۱۰) اسحٰق بن منصورؒ یحیٰ بن معین سے نقل کرتے ہیں کہ ان سے سوال ہوا کہ مغیرہ بن مقسمؒ اور حمادؒ میں سے کون اثبت ہیں؟ فرمایا: حماد نیز فرمایا کہ حماد ثقہ ہیں۔

(۱۱) یحیٰ بن معینؒ سے مروی ہے کہ وہ حماد بن ابی سلیمانؒ کو ابو معشر (زیاد بن کلیب) پر مقدم رکھتے تھے (یاد رہے کہ ابو معشر مسلم شریف کے راوی ہیں)

(۱۲) امام عجلیؒ فرماتے ہیں: ''حماد بن ابی سلیمان کوفی ثقہ ہیں اور آپ ابراہیم نخعی کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ ہیں۔

(۱۳) امام نسائیؒ فرماتے ہیں: ''حماد ثقہ ہیں اِلّا یہ کہ مرجی ہیں۔

(۱۴) ابن شبرمہؒ فرماتے ہیں: ''مجھ پر کسی نے بھی حماد سے زیادہ علم کے متعلق احسان نہیں کیا''۔

(۱۵) فضل بن زیادؒ کہتے ہیں: ''میں نے ابو عبداللہ (امام احمد بن حنبلؒ) سے سُنا اُن سے سوال ہوا تھا کہ حدیث (کی روایت) میں حمادؒ اور ابو معشرؒ میں سے زیادہ صحیح کون ہیں؟ آپ نے فرمایا حمادؒ صحیح ہیں۔''

(۱۶) امام شعبہؒ فرماتے ہیں: ''میں نے حکم بن عتیبہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اہل کوفہ میں حمادؒ جیسا کون ہوسکتا ہے۔

(۱۷) ابن عدیؒ فرماتے ہیں: ''حمادؒ کثیر الراویہ ہیں، خاص کر ابراہیم نخعی سے، اور اُن کی روایت میں افراد و غرائب (حدیثیں) واقع ہوتی ہیں وہ متماسک فی الحدیث ہیں اور اُن سے روایت لینے میں کسی قسم کا مضائقہ نہیں ہے اور وہ ابو وائل وغیرہ سے صالح حدیث نقل کرتے ہیں۔

(۱۸) امام حاکمؒ (م: ۴۰۵ھ) اپنی کتاب ''معرفۃ علوم الحدیث'' میں انچاسویں نوع ذکر کرتے ہوئے

فرماتے ہیں: ''علوم الحدیث کی اس نوع میں تابعین اور تبع تابعین کے اُن مشاہیر ائمہ ثقات کا تذکرہ ہوگا جن کی حدیثیں اس لیے اکٹھی کی جاتی ہیں کہ اُنہیں زبانی یاد کیا جائے، اُن کا مذاکرہ کیا جائے اور جن سے تبرک حاصل کیا جاتا ہے اور جن کا ذکر مشرق سے لے کر مغرب تک ہے۔

اس کے بعد امام حاکمؒ نے مختلف علاقوں کے محدثین کا تذکرہ کر کے کوفہ کے محدثین کا بڑی تفصیل کے ساتھ تذکرہ کیا ہے اور ان میں حضرت امام حماد بن ابی سلیمان کوفیؒ کو بھی شامل فرمایا، ملاحظہ فرمایئے ''معرفۃ علوم الحدیث'' صفحہ ۲۴۴، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حاکمؒ کے نزدیک حضرت حمادؒ اُن جلیل القدر محدثین میں سے ہیں جن کی حدیثیں زبانی یاد کرنے اور مذاکراۂ علمی کے لیے اکٹھی جاتی ہیں اور جن کے تذکرہ سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔

(۱۹) علامہ ذہبی شافعیؒ (م: ۷۴۸ھ) نے اپنی متعدد تصانیف میں امام حمادؒ کا بڑے شاندار الفاظ میں تذکرہ کیا ہے، چونکہ امام ذہبیؒ کو نقد رجال میں استقراء تام حاصل ہے اس لیے آپ کا امام حمادؒ کا بہترین الفاظ میں تذکرہ کرنا امام حمادؒ کی جلالتِ شان اور علوِ مرتبہ کی بڑی وزنی دلیل ہے۔

امام ذہبیؒ اپنی کتاب ''سیر اعلام النبلاء'' میں امام حمادؒ کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع فرماتے ہیں:

''علامہ امام، ملکِ عراق کے فقیہ آپ انتہائی ذکی و ذہین علماء اور محترم و معزز سخیوں میں سے ایک تھے، آپ کو دولت و ثروت، جاہ و حشمت اور حسن و خوبصورتی حاصل تھی۔

ایک دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

آپ ثقہ ہیں، امام ہیں، مجتہد ہیں، بڑے بزرگ اور سخی ہیں۔

مزید رقمطراز ہیں:

''اہل کوفہ، کے سب سے بڑے فقیہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما ہیں، ان دونوں حضرات کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ علقمہ بن قیسؒ ہیں اور علقمہؒ کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ ابراہیم نخعیؒ ہیں اور ابراہیمؒ کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقہ حمادؒ ہیں اور حمادؒ کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ ابوحنیفہؒ ہیں اور ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ قاضی ابو یوسفؒ ہیں، قاضی ابو یوسفؒ کے شاگرد سارے جہان میں پھیل گئے، اُن سب میں سب سے بڑے فقیہ امام محمدؒ ہوئے اور امام محمدؒ کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ امام شافعیؒ ہوئے۔ رحمہم اللہ

تعالیٰ۔

(۲۰) علامہ جلال الدین سیوطی شافعیؒ (م:۹۱۱ھ) نے حضرت حماد کو اپنی کتاب ''طبقات الحفاظ'' میں چوتھے طبقے کے حفاظِ حدیث میں ذکر کیا ہے جو صغار تابعین کا طبقہ ہے۔

(۲۱) حضرت امام بخاریؒ نے امام حمادؒ سے بخاری شریف میں ایک مقام پر تعلیقاً روایت لی ہے اور متعدد مقامات پر آپ کے اقوال استشہاداً پیش فرمائے ہیں۔طلبۂ حدیث کے فائدہ کے لیے حضرت حمادؒ کی روایت اور اقوال کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے، حضرت امام بخاریؒ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت حمادؒ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر حمام والے تہہ بند باندھے ہوئے ہوں تو انہیں سلام کرو ورنہ نہ کرو۔''

ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت حمادؒ فرماتے ہیں کہ مردار کے بال اور پروں میں کوئی مضائقہ نہیں۔''

حضرت امام بخاریؒ کا موقف یہ ہے کہ اگر پانی میں نجاست گر جائے تو جب تک رنگ، بو، مزہ نہ بدلے اس وقت تک پانی ناپاک نہیں ہوتا، اپنے اس موقف کو ثابت کرنے کے لیے امام بخاریؒ نے مختلف ائمہ مجتہدین کے اقوال ذکر کیے ہیں جن میں حضرت حمادؒ بھی ہیں، فرماتے ہیں کہ اگر مردار کے بال و پر پانی وغیر میں گر گئے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا پانی پاک رہے گا۔اس سے امام بخاریؒ کے موقف کی تائید ہوئی ہے کیونکہ مردار کے بال و پر مردار کی طرح ناپاک ہوتے ہیں لیکن امام حمادؒ کے نزدیک جب ان کے پانی میں گرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا جب تک کہ اس کا رنگ، بو، مزہ نہ بدلے، یاد رہے کہ یہ امام بخاریؒ کا موقف ہے اَحناف کا یہ موقف نہیں ہے اُن کے یہاں گر پانی تھوڑا ہو تو نجات گرنے سے ناپاک ہو جاتا ہے چاہے اس کا رنگ، بو، مزہ بدلے یا نہ بدلے۔

ایک اور مقام پر حضرت امام بخاریؒ حضرت حمادؒ کا قول استشہاداً پیش فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت حمادؒ فرماتے ہیں کہ زانی جب حاکم کے سامنے ایک مرتبہ اقرار کر لے تو اسے سنگسار کر دیا جائے گا۔'' حضرت امام مسلمؒ نے حضرت حمادؒ سے مقروناً روایت لی ہے۔ حضرت امام ترمذیؒ، امام ابوداؤدؒ، امام نسائی اور امام ابن ماجہؒ وغیرہ نے آپ سے کثیر تعداد میں روایتیں لی ہیں۔ان کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں حضرت حمادؒ کی بڑی تعداد میں روایات پائی جاتی ہیں بالخصوص ''کتاب الآثار'' میں۔

مناقب اہل بیت

حضرت حسنؓ اور حضرت اسامہؓ کا اعزاز

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں، ''حضور ﷺ مجھے پکڑ کر اپنی ران پر بیٹھا لیا کرتے تھے اور حضرت حسن بن علیؓ کو بائیں ران پر بیٹھا لیا کرتے تھے پھر ہم دونوں کو اپنے ساتھ چمٹا کر یوں دعا فرماتے، ''اے اللہ! میں ان دونوں پر رحم کرتا ہوں تو بھی ان دونوں پر رحم فرما'' (اخرجہ احمد وابو یعلی واخرجہ ابن سعد، ج:۴، ص:۶۲) ایک روایت میں یہ ہے کہ ''اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت فرما''۔

حضرت علیؓ کے انتقال پر حضرت حسنؓ کے خطبے

حضرت ہُبیرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت علی بن ابی طالبؓ کا انتقال ہو گیا تو حضرت حسنؓ کھڑے ہو کر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: ''اے لوگوں! آج رات ایسی ہستی دنیا سے اٹھالی گئی ہے جن سے پہلے لوگ آگے نہیں جا سکتے اور جنہیں پچھلے لوگ نہیں پا سکیں گے۔ حضور ﷺ انہیں کسی جگہ بھیجتے تو انہیں دائیں طرف سے حضرت جبرائیل علیہ السلام اور بائیں طرف سے حضرت میکائیل علیہ السلام اپنے گھیرے میں لے لیتے اور جب تک اللہ تعالیٰ انہیں فتح نہ دے دیتے یہ واپس نہ آتے، یہ صرف سات سو درہم چھوڑ کر گئے ہیں، آپ ﷺ اس سے ایک خادم خریدنا چاہتے تھے، آج ستائیس رمضان کی رات میں ان کی روح قبض کی گئی ہے اسی رات میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو آسمانوں کی طرف اٹھالیا گیا تھا''۔

ایک روایت میں ہے:

''وہ سونا چاندی چھوڑ کر نہیں گئے صرف سات سو درہم چھوڑ کر گئے ہیں جو ان کے بیت المال سے ملنے والے وظیفہ میں سے بچے ہیں'' (اخرجہ ابن سعد، ج:۸، ص:۳۸ واحمد، ج:۱، ص:۱۹۹ مختصراً) ایک اور روایت میں اسی واقعے کو کچھ اس انداز میں بیان کیا گیا ہے: جب حضرت علیؓ شہید ہو گئے تو حضرت

حسنؓ نے کھڑے ہو کر بیان فرمایا،

پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا:

''امابعد! آج رات تم نے ایک آدمی کو قتل کر دیا ہے، اسی رات میں قرآن پاک نازل ہوا، اسی میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو اٹھایا گیا اور اسی رات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خادم حضرت یوشع بن نون رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کیا گیا اور اسی میں بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی، جو مجھے جانتا ہے وہ تو جانتا ہے اور جو مجھے جانتا ہے وہ تو جانتا ہے اور جو مجھے نہیں جانتا میں اسے اپنا تعارف کرا دیتا ہوں، میں حضرت محمد ﷺ کا بیٹا حسن ہوں (میں حضور ﷺ کو اپنا باپ اس وجہ سے کہہ رہا ہوں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق علیہما السلام کو اپنا باپ کہا ہے، حالانکہ یہ دونوں ان کے دادا پڑدادا تھے) پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قول ہے " وَاتَّبَعتُ مِلَّةَ اٰبَائیِ اِبرَاهِیمَ وَاِسحٰقَ وَ یَعقُوبَ " (اور میں نے اپنے باپ دادا کا مذہب اختیار کر رکھا ہے ابراہیمؑ کا، اسحاقؑ کا، اور یعقوبؑ کا) پھر اللہ کی کتاب میں سے کچھ اور پڑھنے لگے (پھر حضور ﷺ کے مختلف نام لے کر) فرمایا میں بشارت دینے والے کا بیٹا ہوں، میں اللہ کے حکیم سے اللہ کی دعوت دینے والے کا بیٹا ہوں، روشن چراغ کا بیٹا ہوں، میں اس ذات کا بیٹا ہوں جنہیں رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا، میں اس گھرانے کا فرد ہوں جن سے اللہ نے گندگی دور کر دی اور جنہیں خوب اچھی طرح پاک کیا، میں اس گھرانے کا فرد ہوں جن کی محبت اور دوستی کو اللہ نے فرض قرار دیا، چنانچہ جو قرآن اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ پر نازل کیا ہے اس میں فرمایا ہے " قُل لَّا اَسئَلُکُم عَلَیهِ اَجرًا اِلَّا المَوَدَّةَ فِی القُربیٰ " (آپ (ان سے) یوں کہہ دیجئے کہ میں تم سے کچھ مطلب نہیں چاہتا بجز رشتہ داری کی محبت کے)''۔

(اخرجہ الطبرانی کمافی حیاۃ الصحابۃ، ج:۳،ص:۵۱۷)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی کرامت

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں، حضور اقدس ﷺ کو حضرت حسنؓ سے بہت زیادہ محبت تھی، ایک دفعہ اندھیری رات میں حضرت حسن حضور ﷺ کے پاس تھے، حضرت حسنؓ نے کہا، ''میں اپنی امی کے پاس چلا جاؤں؟'' میں نے عرض کیا، ''یارسول اللہ! میں اس کے ساتھ چلا جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ''نہیں'' اتنے میں آسمان میں بجلی چمکی اور اس کی روشنی اتنی دیر رہی کہ اس میں چل کر حضرت حسنؓ اپنی والدہ کے پاس پہنچ گئے۔



حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میدان جہاد میں

حضرت سیدہ فاطمہؓ کا نصرت اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ میں بھی بڑا اعلیٰ کردار رہا ہے اور آپ حضور ﷺ کا ہمراہ مختلف غزوات میں شریک رہیں ہیں۔

غزوۂ احد کے موقع پر جب حضور ﷺ کے چہرۂ انور پر چوٹیں آئیں اور ان سے خون بہنا شروع ہوا تو حضرت فاطمہؓ نے حضور ﷺ کے چہرہ انور سے خون صاف کیا تھا اور جب خون کسی طرح رکتا نہ تھا تو آپ نے ٹاٹ کا ایک ٹکڑا کاٹ کر اسے جلایا اور اس کی راکھ کو زخم میں بھر دیا جس سے لہو نکلنا بند ہو گیا۔

فمارات فاطمة ان الماء لا يزيد الدم الا كثرة اخذت قطعة من حصير فاحر قتها فاصقتها فاستمسك الدم (صحیح البخاری ج ۲ ص ۵۸۴)

حضرت فاطمہؓ کو حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہ سے بھی بہت محبت تھی۔ جب حضرت حمزہ غزوۂ احد میں شہید کر دیئے گئے تو حضرت فاطمہ بہت غمگین ہوئیں آپ ان کو بہت یاد کرتیں اور ان کی قبر پر حاضر ہو کر ان کے لیے روتے ہوئے دعا کرتیں تھیں (المغازی للواقدی ص ۳۱۳)

وكانت فاطمة بنت رسول الله ﷺ تاتيهم فتكن عندهم وتدعو (دلائل النبوۃ)

☆......حضرت سید فاطمہ غزوۂ خندق اور غزوۂ خیبر کے وقت بھی حضور ﷺ کے ساتھ تھیں۔ مسلمانوں کو مال غنیمت میں ستو بھی ملے تھے آپ ﷺ نے اپنی بیٹی کو ۸۵ وسق ستو عنایت فرمائے تھے۔ فتح مکہ کے وقت جب حضور ﷺ نے غسل فرمایا تو حضرت فاطمہ ایک کپڑا لے کر حضور ﷺ کے لیے پردہ کئے ہوئے تھیں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۲)

ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت فاطمہ نے اسلام کی سربلندی کے لیے اپنے والد حضور ﷺ کا ہر موڑ پر ساتھ دیا تھا اور آپ ہمیشہ اسلام کی حمایت ونصرت میں سب مسلمانوں کے شانہ بشانہ رہی تھیں۔

ذاتی مال خرچ کرنے میں خاوند کی اجازت

عبداللہ بن عمروؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''خاوند کی اجازت کے بغیر عورت کے لیے کوئی چیز عطیہ کرنا جائز نہیں۔''

[حسن: رواہ ابوداؤد (۳۵۴۷) والنسائی (۳۷۵۷) وابن ماجہ (۲۳۸۸) واحمد (۷۰۱۸)]

شرح حدیث

امام خطابی ''معالم السنن'' میں فرماتے ہیں:

''اکثر فقہاء کے نزدیک اگر عورت صدقہ خیرات وغیرہ میں غلطی نہ کر رہی ہو تو اجازت سے مقصود محض ازدواجی زندگی خوشگوار بنانا اور عورت کے اس عمل سے خاوند کے دل کو خوش کرنا ہوگا وگرنہ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضورؐ نے عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تو ایک عورت نے اپنی انگوٹھی اور کان کی بالی اتار کر پیش کر دی اور حضرت بلالؓ نے انہیں اپنی چادر میں لے لیا اور یہ خاوند کی اجازت کے بغیر کیا گیا عطیہ تھا۔''

حضرت واثلہؓ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔ ''شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کو اپنے مال کو کثرت سے خرچ کرنے کا اختیار حاصل نہیں۔''

حضرت کعب بن مالکؓ کی بیوی تھیں، حضورؐ کی خدمت میں اپنے زیورات پیش کرنے حاضر ہوئی اور عرض کیا: ''میں نے انہیں صدقہ کر دیا۔'' حضورؐ نے فرمایا: عورت کے لیے خاوند کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا جائز نہیں' آپ نے کعبؓ سے اجازت لی ہے؟ انہوں نے ہاں میں جواب دیا' حضورؐ نے ان کے شوہر حضرت کعب بن مالکؓ کو بلوایا اور ان سے دریافت کیا: ''کیا آپ نے خیرہ کو اجازت دی ہے کہ وہ اپنے زیورات کو صدقہ کر دے؟'' انہوں نے مثبت جواب دیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں قبول کر لیا۔''

خاوند کے گھر کے علاوہ کسی جگہ لباس اتارنے کی ممانعت

حضرت ابوملیح ہذلی فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حمص یا شام کی کچھ عورتیں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں' حضرت عائشہؓ نے فرمایا: تمہاری عورتیں کرائے کے حمام میں جاتی ہیں حالانکہ

میں نے حضور انور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جو عورت خاوند کے گھر کے علاوہ کسی جگہ اپنے کپڑے اتارے تو وہ اپنے اور اللہ کے درمیان سے (ادب وحیاء کے) پردہ کو پھاڑ ڈالتی ہے۔''

شرح حدیث:

امام خطابیؒ ''معالم السنن'' میں فرماتے ہیں:

''جو عورت خاوند کے گھر کے علاوہ کسی جگہ کپڑے اتارتی ہے وہ اپنے اور اللہ کے درمیان سے حیاء کے پردے کو پھاڑ دیتی ہے' کیونکہ وہ اس بات کی پابند ہے کہ پردہ کرے اور اپنی حیاء کی حفاظت کرے اس بات سے کہ کوئی اجنبی اسے دیکھے' یہاں تک کہ عورت کے لیے خلوت میں بھی شوہر کی غیر موجودگی میں ستر ظاہر کرنا جائز اور جب کرایہ کے حمام میں اس کے اعضاء بغیر ضرورت کے ظاہر ہوں گے تو یہ اس پردے کو پھاڑنے والی ہوگی جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں: ''یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لباس اس لیے بنایا کہ اس سے شرمگاہوں کو چھپایا جائے اور یہی تقویٰ لباس ہے اگر عورت اللہ سے نہ ڈرے اور پردے کو پھاڑ دے تو وہ اپنے اور اللہ کے درمیان موجود ادب وحیاء کے پردے کو پھاڑے والی ہوگی۔''

مباح امور میں خاوند کی اطاعت

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے' حضورؐ سے دریافت کیا گیا: ''کون سی عورت سب سے بہتر ہے؟'' حضورؐ نے فرمایا: ''جب خاوند اسے دیکھے تو خوش ہو' جب حکم کرے تو اس کی اطاعت کرے اور کسی ایسی چیز میں خاوند کی مخالفت نہ کرے جسے وہ عورت کی ذات اور اپنے مال میں ناپسند کرتا ہو۔''

[حسن: رواہ النسائی (۳۲۳۱) واحمد (۷۳۷۳) والحاکم فی المستدرک (۱۶۱/۲)]

شرح حدیث:

امام سندیؒ ''شرح النسائی'' میں فرماتے ہیں۔

''جب خاوند اسے دیکھے تو خوش ہو اس کے ظاہری حسن کی وجہ سے یا اس کے اخلاق باطنہ کی عمدگی کی بنا پر اللہ کی اطاعت میں مشغولیت اور تقویٰ کے بل بوتے پر۔''

حضرت قیس بن طلق اپنے والد طلق بن علیؓ سے روایت کرتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: جب آدمی اپنی بیوی کو کسی ضرورت سے بلائے تو وہ فوراً اس کے پاس جائے خواہ تنور پر ہی کیوں نہ ہو۔''

محمد رسول اللہ ﷺ

حضور آئے تو کیا کیا ساتھ نعمت لے کے آئے ہیں
اخوت علم وحکمت آدمیت لے کے آئے ہیں
کوئی صدیق سے پوچھے صداقت کن سے حاصل کی
عمرؓ ہیں اس کے شاہد وہ عدالت لے کر آئے ہیں
کہا عثمانؓ نے میری سخاوت ان کا صدقہ ہے
علیؓ دیں گے شہادت وہ شجاعت لے کے آئے ہیں
رہے گا یہ قیامت تک سلامت معجزہ ان کا
وہ قرآن مبیں نور ہدایت لے کر آئے ہیں
خدا نے رحمۃ اللعالمین خود ان کو فرمایا
قسم اللہ کی رحمت ہی رحمت لے کے آئے ہیں
امیں بن کر امانت اہل دنیا تک وہ پہنچا دی
جو جبرئیلؑ امیں ان تک امانت لے کے آئے ہیں
قناعت ، حریت، فکر وعمل ، مہر و وفا ، تقویٰ
وہ انساں کے لیے عظمت ہی عظمت لے کے آئے ہیں
خدا نے دین کامل کر دیا ہے اے امیں ان پر
محمد ﷺ پرچم ختم نبوت لے کے آئے ہیں

شہ بھی ہیں اس کے گدا یارو

وہ محبوبِ خدا یارو
رحمت کا دریا یارو
مجھ ناچیز سے کیا ہوگی
اس کی مدح و ثنا یار
اس کا ہے مداح خدا
میں اور آپ ہیں کیا یارو
چاند کے دوٹکڑے کرنا
اس کی ایک ادا یارو
خاک پہ اس کے قدموں کی
کردوں جان فدا یارو
دل میں بسا ہے پیار اس کا
لب پہ ہے صل اعلی یار و
وہ سورج میں ذرہ ہوں
یوں ہے تعلق سا یارو
میں اس کا ناچیز غلام
وہ ہے میرا آقا یارو
میں ہوں فقیر اس کے در کا
فخر یہ کم ہے کیا یارو
میں شاہوں سے کیا مانگوں
شہہ بھی ہیں اس کے گدا یارو
نعت میں بھی گیلانی کا
سب سے ہے رنگ جدا یارو



بچوں کے صفحات

ایمان کی روشنی

ریل گاڑی فراٹے بھرتی اور دھواں اُڑاتی ہوئی چلی جارہی تھی۔ راشد اور حامد اپنے ماموں کے ہاں جارہے تھے۔ دونوں وقت گزارنے کے لیے اِدھر اُدھر کی باتیں کررہے تھے کہ حامد نے ایک دوبار کروٹ بدل کر بے چینی کا اظہار کیا۔

''کیا بات ہے؟'' راشد نے حامد سے پوچھا۔

''میں ذرا باتھ روم سے ہوکر آتا ہوں۔'' حامد نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر بعد جب حامد واپس آیا تو اس کے چہرے پر عجیب چمک اور ہاتھ میں کوئی چیز تھی۔

''کیا بات ہے، بڑے خوش نظر آرہے وہ، اور یہ ہاتھ میں کیا ہے؟'' راشد نے پوچھا۔

''باتھ روم میں گیا تو وہاں یہ چھوٹا سا بلب لگا ہوا تھا۔ میں نے سوچا کہ یہاں کون دیکھ رہا ہے؟ اسے اتار لایا، اپنے گھر کے اسٹور میں لگائیں گے۔'' حامد نے خوشی بھرے لہجے میں بتایا۔

''یہ تو سراسر چوری ہے تمہیں معلوم ہے جب تم نے یہ چھوٹا سا بلب اتارا تو وہاں کوئی تمہیں دیکھ رہا تھا۔'' راشد نے کہا۔

''وہاں اتنے چھوٹے سے باتھ روم میں میرے علاوہ اور بھلا کون تھا جو مجھے دیکھ رہا تھا؟ حامد نے حیرت سے پوچھا۔

''یہی بات آج سے صدیوں پہلے ایک ماں نے اپنی بیٹی سے کہی تھی کہ اگر ہم چپکے سے بکری کے دودھ میں پانی ملا کر بیچ دیں تو ہماری آمدنی میں اضافہ ہوجائے گا......'' راشد نے بتایا۔

''یہ تم کیا پرانے زمانے کی باتیں درمیان میں لے آئے ہو، ایک چھوٹے سے بلب سے بات کہاں سے کہاں تک پہنچادی۔'' حامد نے بیزاری سے کہا۔

''یہ پرانی باتیں ہی تو آج ہمارے لیے ہدایت اور رہنمائی کا ذریعہ ہیں۔ اگر سارا واقعہ سن لو تو

شاید سبق حاصل کرلو۔" راشد نے جواب دیا۔

"اگر تم آج کوئی پرانی کہانی سنانے کے موڈ میں ہو تو چلو سن لیتے ہیں، اس سے سفر بھی اچھا کٹ جائے گا۔" حامد نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

یہ ان دنوں کا واقعہ ہے جب حضرت عمر فاروقؓ مسلمانوں کے خلیفہ تھے۔" راشد نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ درمیان میں حامد بول پڑا:

"چھوٹے بلب میں اور بکری کے دودھ کے قصے میں تم اتنی عظیم ہستی کا ذکر کیوں لے آئے ہو؟" حامد نے کہا۔

"تم ذرا خاموشی سے پوری بات تو سن لو......" یہ کہہ کر راشد نے دوبارہ اپنی بات کا آغاز کیا۔

"ہاں! تو میں کہہ رہا تھا کہ حضرت عمر فاروقؓ مسلمانوں کے خلیفہ تھے معمول کے مطابق وہ رعایا کا حال معلوم کرنے کے لیے شہر کا گشت کر رہے تھے کہ ایک گھر سے باتوں کی آواز سنائی دی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ذرا غور سے سنا تو پتا چلا کہ غریب گھرانے کی ماں اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی کہ بکری کے دودھ میں چپکے سے پانی ملا دو، خلیفہ عمرؓ کا کیا پتا چلے گا؟ اس سے ہماری آمدنی میں کچھ اضافہ ہو جائے گا۔ اس کے جواب میں لڑکی نے جواب دیا، اماں! امیر المؤمنین دیکھیں یہ نا دیکھیں، اللہ تبارک وتعالیٰ تو دیکھ رہا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ لڑکی کی اس بات سے بہت خوش ہوئے اور پھر......" راشد نے اتنا ہی کہا تھا کہ حامد نے اس کی بات درمیان سے کاٹتے ہوئے کہا:

"بس ......بس کرو، راشد میری عقل پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ اس واقعے سے مجھے قرآن کریم کی وہ آیت یاد آ گئی ہے، جو میں نے اپنی اسلامیات کی کتاب میں پڑھی تھی۔

ان اللہ بما تعملون بصیر

"بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔"

حامد یہ کہتے ہوئے اپنی سیٹ سے اٹھا اور باتھ روم سے اتارا ہوا چھوٹا سا بلب دوبارہ وہاں لگانے کے لیے چل دیا۔

بلب دوبارہ لگا کر ایمان کی روشنی وہ اپنے اندر محسوس کر رہا تھا۔

غیبی مدد

حضرت ابوحمزہ خراسانیؒ ایک روز جنگل میں چلتے چلتے ایک ویران کنوئیں میں گر پڑے۔تین روز کے بعد خزاز کے سیاحوں کا گروہ وہاں پر اترا۔حضرت ابوحمزہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ ان کو آواز دوں کہ مجھے کنوئیں سے باہر نکالو۔مگر پھر فوراً خیال آیا کہ غیر سے مدد مانگنا اچھی بات نہیں ہے اور یہ اپنے مولا کی شکایت ہوگی کہ میرے خدا نے مجھے کنوئیں میں ڈال دیا ہے اب تم لوگ مجھے اس سے باہر نکالو۔اتنے میں وہ لوگ خود ہی کنوئیں پر آئے اور آپس میں کہنے لگے کہ راستے میں کنواں ہے کوئی ''روک'' بھی موجود نہیں۔ایسا نہ ہو کہ کوئی راہ چلتا آدمی اس میں گر پڑے۔آؤ اس پر چھت ڈال دیں اور اللہ سے اجر حاصل کریں۔

ان کی یہ باتیں سن کر مجھ پر گھبراہٹ طاری ہوئی اور اپنی جان سے ناامید ہوگیا۔جب ان لوگوں نے چھت ڈال دی اور واپس چلے گئے تو میں نے اللہ تعالیٰ کی مناجات شروع کردی اور دل میں سوچ لیا کہ اب مر جاؤں گا۔مخلوق کی طرف سے کوئی مدد پہنچنے سے میں بالکل ناامید ہوگیا صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرلیا۔جب رات ہوئی تو چھت میں حرکت محسوس ہوئی۔میں نے غور سے چھت کی طرف دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ چھت کو کھول کر ایک بہت بڑے اژدہا کی مانند ایک جانور چھت سے نیچے لٹک رہا ہے۔

میں نے جان لیا کہ میرے خدا نے میری نجات کا سامان فرمایا ہے۔

چنانچہ میں نے اس کی دم کو مضبوط پکڑ لیا اور اس نے مجھے کھینچ کر کنوئیں سے باہر نکال دیا۔

پیارے بچو! اللہ پاک یوں ہر کسی کی مدد فرماتے ہیں۔صرف یقین ہونا چاہیے۔

نیکی کا بدلہ

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ بیان کرتے ہیں کہ میرا ایک چراگاہ سے گزر ہوا۔میں نے دیکھا کہ ایک حبشی غلام بکریوں کی رکھوالی کر رہا ہے۔ایک کتا آیا اور اس کے سامنے بیٹھ گیا۔حبشی غلام نے ایک روٹی نکال کر اس کو دے دی۔پھر دوسری اور اس کے بعد تیسری بھی اس کے سامنے ڈال دی۔

عبداللہ بن جعفرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے پوچھا کہ اے غلام! تجھے روز کتنی روٹی ملتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہی جو آپ نے دیکھی ہے۔اس پر میں نے پوچھا کہ پھر تو نے ساری اٹھا کر کتے کو کیوں

دے دیں؟

غلام نے جواب دیا کہ یہ کتوں کی جگہ نہیں ہے یہ کتا کہیں دور سے امید لے کر آیا ہے اس لیے میں نے یہ گوارا نہیں کیا کہ اس کی محنت ضائع کی جائے۔

عبداللہ کہتے ہیں کہ اس کی یہ بات مجھے اتنی پیاری لگی کہ میں نے اس غلام سمیت اس چراگاہ اور بکریوں کو ان کے مالک سے خرید لیا۔ غلام کو آزاد کر دیا اور اس سے کہہ دیا کہ یہ سب بکریاں اور چراگاہ تیری ملکیت ہیں۔ میں نے یہ سب کچھ تمہیں بخش دیا۔ غلام نے مجھے دعا دی۔ بکریاں اور چراگاہ سب کچھ صدقہ اور وہاں سے چلا گیا۔ نیک لوگ نیکی ہی کرتے ہیں اور ان سے دوسروں کو بے حد فائدہ پہنچتا ہے۔

پیارے بچو! انسان وہی بھلا ہے جو دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

﴿صبر اچھی چیز ہے﴾

جلد بازی ہے برائی، صبر اچھی چیز ہے
کہہ رہی ہے خود خدائی، صبر اچھی چیز ہے
گر کسی کی ذات سے تکلیف بھی پہنچے تمہیں
صبر کر لو میرے بھائی، صبر اچھی چیز ہے
ڈال لو برداشت کی عادت ہمیشہ کے لیے
مت کرو ہرگز لڑائی، صبر اچھی چیز ہے
نفس و شیطاں جب بھڑنے لگ گئے تو یک بیک
قلب سے آواز آئی، صبر اچھی چیز ہے
عجلت اور سرعت کی عادت باعثِ خجلت ہے اور
صبر سرتاپا بھلائی، صبر اچھی چیز ہے
صابروں کے ساتھ بے شک ذات ہے اللہ کی
یہ خبر قرآن میں آئی، صبر اچھی چیز ہے

مسلمانو! ہوشیار رہو، اپنا ایمان بچاؤ

کچھ عرصہ سے معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں میں کچھ ناسمجھ افراد یورپی ممالک میں جا کر سیاسی پناہ حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو قادیانی ظاہر کر کے وہاں کے محکموں میں بیان حلفی داخل کراتے ہیں۔اس کے پیچھے قادیانی لابی متحرک ہے۔اس پر ہمیں کئی دفع لوگوں نے سوالات بھیجے ہیں

(۱)۔کیا ایسا شخص مسلمان رہ جاتا ہے؟

(۲)۔کیا ایسے شخص کے ساتھ کسی مسلمان لڑکی کا نکاح کیا جاسکتا ہے؟

(۳) اگر ایسا شخص پہلے سے شادی شدہ ہے تو کیا اس کی بیوی اس کے نکاح میں رہی یا نہیں، وہ اب کیا کرے؟

(۴)۔کیا ایسے شخص کی توبہ قبول ہوسکتی ہے، اگر ہوسکتی ہے تو اس کی کیا شکل ہے؟

جواب

(۱)۔امت مسلمہ اور پاکستان اسمبلی کے متفقہ فیصلے کے مطابق قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں۔ان پر وہی احکام لاگو ہوتے ہیں جو کہ دوسرے تمام غیر مسلم لوگوں پر ہوتے ہیں۔لہذا اگر کوئی شخص جناب محمد ﷺ کی ختم نبوت کا اقرار کرتے ہوئے بھی اپنے آپ کو غیر کے سامنے قادیانی ظاہر کرتا ہے تو ایک طرح سے علی الاعلان وہ عقیدہ ختم نبوت کا منکر ہے، وہ شخص نہ صرف دائرہ اسلام سے خارج ہے بلکہ مرتد بھی ہے۔

(۲)۔کسی بھی غیر مسلم اور خصوصاً مرتد کے ساتھ مسلمان عورت کا نکاح جائز نہیں۔

(۳) اگر کوئی شخص شادی کے بعد قادیانی ہو گیا تو اس کی بیوی کا نکاح بروئے شریعت باقی نہیں رہا۔وہ عورت اس مرتد سے طلاق لیے بغیر عدت پوری کر کے دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔

(۴) ایسے شخص کی توبہ عام طریقہ سے قبول نہیں۔اس کی توبہ صرف اس شکل میں قبول ہوسکتی ہے کہ وہ اسی محکمہ میں جائے جس میں اس نے پہلے اپنے آپ کو قادیانی بنا کر پیش کیا تھا۔یہ کہے کہ میں نے آپ کے محکمے سے یہ جھوٹ بولا تھا کہ میں قادیانی ہوں۔اب میں وضاحت کرتا ہوں کہ میں قادیانی نہیں ہو۔اس کے بعد وہ توبہ کرے۔اس کے بغیر توبہ قبول نہیں۔کیونکہ قادیانی ہر سال اسی قسم کے محکموں سے لوگوں کے قادیانی ہونے کی تصدیق کروا کر دنیا کو دھوکہ دینے کے لیے اپنی رپورٹ شائع کرتے ہیں کہ دیکھو اس سال اتنے لوگ قادیانی ہو گئے ہیں۔

منجانب۔ ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی، فیصل آباد
مولانا حاجی اکرم شاد

MONTHLY MAGAZINE **Millia** FAISALABAD PAKISTAN
JAMIA MILLIA ISLAMIA
Reg:M # FD-16

MOHALLAH KHALSA COLLEGE FAISALABAD Ph:041-8711569
E-mail: milliafsd@yahoo.com
Fax # 041-8502213

ماہنامہ مِلّیہ فیصل آباد پاکستان

بفیض

قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری رحمہ اللہ	شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ	رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ
امیر ثانی تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ	حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ بانی جامعہ	پیر طریقت حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

- عصر حاضر کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ۔

اس میں وہ سب کچھ جس سے ہر ایک مسلمان کا باخبر رہنا ضروری ہے۔

- بے لاگ تبصروں اور تحقیقاتی تجزیوں سے بھرپور
- نقطہ نظر کا کالم ہر لکھنے والے کے لئے
- آپ کے مسائل اور انکا حل
- طلباء، خواتین اور بچوں کے خصوصی صفحات
- حصہ شعر و سخن۔ جس میں حمد و نعت، نظم اور غزل۔
- تذکرۂ اکابر سے مزین تحقیقی مقالہ جات
- خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کی دعوت دے کر اس صدقۂ جاریہ میں شریک کریں۔

رابطہ کیلئے
ماہنامہ مِلّیہ جامعہ مِلّیہ اسلامیہ محلّہ خالصہ کالج فیصل آباد
فون 041-8711569

www.milliafsd.com